قیمت: پانچ روپے Rs.5/-

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۵ شمارہ: ۱
۷/تا۱۳/جنوری ۲۰۲۲ء – ۳/تا۹/ جمادی الآخر ۱۴۴۳ھ
Year-35 Issue-1 7 - 13 January 2022 Page 16

ہری دوار کی نام نہاد دھرم سنسد میں مسلمانوں کے خلاف

جارحانہ اشتعال انگیزی

کیا عدالت عظمیٰ اس کا نوٹس لے گی؟

ایسے حالات میں جبکہ ہمارے حکمراں بھی فرقہ پرستوں کے یرغمال بن چکے ہیں اب صرف ہمارا عدالتی نظام ہی امید کی ایک کرن ہے اور شاید اسی لیے ملک کی اقلیتیں خاص طور پر مسلمان اپنے چیف جسٹس مسٹر رمنا کی طرف اپنے دستوری حقوق کے تحفظ کے لئے امید بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ محمد سالم جامعی

'ماب لنچنگ' پچھلے کچھ سالوں میں یہ خوفناک لفظ ہندستان کی سیاسی لغت کا ایک اہم لفظ بن چکا ہے۔ دراصل اکثریت ایک ایسا نشہ ہے جو ہندستان کے جمہوری ڈھانچہ کو کمزور کر رہا ہے۔ جس پنجاب نے ابھی حالیہ دنوں میں ایک کامیاب کسان تحریک کی تاریخ رقم کی ہے وہاں دو لوگوں کو پیٹ پیٹ کر قتل کر دیا جاتا ہے حالانکہ قتل کے ملزم کو گرفتار کرلیا گیا ہے تاہم بھیڑ کا تشدد ایک بار پھر اپنا خوف قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایسے معاملے میں ہماری خاموشی بھی آئندہ کے لیے اس ہنگامے کی زمین تیار کرتی ہے جہاں ہر فیصلہ بھیڑ کا شور ہی طے کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر اس طرح کے واقعات ہوئے کیوں ہیں؟ لمبے عرصہ سے دیکھا جا رہا ہے کہ آئین اور قانون کی دھجیاں اڑانے والوں کو سیاسی عزت بخشی جا رہی ہے۔ ابھی حال ہی کی ہری دوار میں منعقدہ دھرم سنسد میں مذہب کے نام پر کاپی کتاب رکھ کر ہتھیار اُٹھا لینے کا لیکچر دیا جا رہا ہے۔ یہ ایک تازہ واقعہ ہے۔ اس خطرناک رجحان پر سوال یہ ہے کہ آخر اس کی روک تھام کیسے کی جاسکتی ہے۔ حکیم منظور کا ایک شعر ہے:

شہر کے آئین میں یہ مد بھی لکھی جائے گی
زندہ رہنا ہے تو قاتل کی سفارش چاہیے

حال ہی میں جمہوریت پر منعقد ہونے والی چوٹی کانفرنس میں ہندستان کی شمولیت کافی اہم تھی۔ دنیا کے نقشہ پر ایک کامیاب جمہوریت کی بات آتے ہی ہندستان ایک عظیم ملک کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ابھی حال ہی میں دہلی کی سرحد پر ختم ہوئی کسان تحریک کو ہم نے اپنی جمہوریت کی بڑی کامیابی کے روپ میں دیکھا لیکن ابھی جو پنجاب سے لے کر اترا کھنڈ تک ہوا ہے وہ ہمارے لیے بلاشبہ خطرے کی گھنٹی ہے۔

(باقی صـ۱۲ پر)

اندر پڑھیے

• ہری کے دوار پر شرپسندوں کا رقص صـ۵ • صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں صـ۸
• نظام مساجد اور ہماری ذمہ داریاں صـ۹ • اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت: قرآن وسنت کی روشنی میں صـ۱۰

سعودی عرب: شاہی حکم کے ذریعہ کنگ فیصل ہسپتال ایک خود مختار ادارہ میں تبدیل

مملکت سعودی عرب سے شائع ہونے والے عربی روزنامہ 'جریدۃ الریاض' میں ۲۱/دسمبر کو شائع رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر کی جنرل آرگنائزیشن کو (کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر) کے نام سے ایک آزاد، غیر مناف بخش ادارے میں تبدیل کرنے کا ایک باعزت شاہی حکم جاری کیا گیا، تاکہ اسے دنیا کے بہترین صحت مراکز میں سے ایک بنایا جائے۔ اس موقع پر ریاض سٹی کے رائل کمیشن کے سی ای او اور کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین جناب فہد بن عبدالمحسن الرشید نے خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود، شہزادہ محمد بن سلمان بن عبدالعزیز، ولی عہد اور نائب صدر کونسل آف منسٹرز اور رائل کمیشن برائے ریاض کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین کا شکریہ ادا کیا اور تعریف کی۔ مملکت کی سرزمین پر شہریوں، خواتین اور رہائشیوں کی صحت کے لیے جو نگہداشت اور تشویش ہے، خاص طور پر ولی عہد شہزادہ کی ان ہدایات کو نوٹ کرتے ہوئے کہ کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر کو ایک ہسپتال میں تبدیل کیا جائے۔ یہ غیر منافع بخش ادارہ ہوگا، اس کا اثر تحقیق کے پھیلاؤ، ہسپتال کی شاخیں کھولنے اور اپنی خدمات کو وسیع پیمانے پر فراہم کرنے کا موقع ملے گا۔ انھوں نے نشاندہی کی کہ ہسپتال خطے کے ممتاز صحت مراکز میں سے ایک ہے اور اس تبدیلی کا مقصد ہسپتال کی خدمات، صلاحیت اور تحقیقی پیداوار کو پائیدار طریقے سے ترقی دینا ہے، تاکہ دنیا کے بہترین مراکز میں سے ایک بن سکے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر کو ایک خودمختار، غیر منافع بخش ادارے میں تبدیل کرنا تبدیلی کے اس سفر کا ایک بڑا معاون ہے جس سے ہسپتال وژن ۲۰۳۰ء کے مقاصد کو بہتر بنانے کے ہدف کے حصول کے لیے گزر رہا ہے۔ ہسپتال کا بورڈ آف ڈائریکٹرز بڑے پیمانے پر تبدیلی کے پروگراموں کے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے نگرانی کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے، نیز مسلسل ترقی کا طریقہ اپناتا ہے، جو ہسپتال کی صلاحیت اور صلاحیتوں کو بہتر بنانے کی عکاسی کرتا ہے تاکہ مزید ممتاز صحت کی دیکھ بھال فراہم کی جا سکے اور مریضوں، کمیونٹی سروس اور طبّی سیاحت کے لیے ایک عالمی مرکز بن جائے۔ کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر مملکت اور خطے میں صحت کی دیکھ بھال کا سب سے نمایاں ادارہ ہے، جو عالمی معیار کی صحت کی دیکھ بھال فراہم کرتا ہے اور اگلے دس سالوں میں مقامی اور بین الاقوامی سطح پر دُنیا کے بہترین تعلیمی مراکز میں سے ایک بننے کی خواہش رکھتا ہے۔

کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر کی جنرل آرگنائزیشن کے ایگزیکٹیو جنرل سپروائزر ڈاکٹر ماجد بن ابراہیم الفیاض نے کہا کہ اس کی ضرورت ہوگی کہ کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر کو کارکردگی اور صلاحیت کو بہتر بنانے کے لیے بہت زیادہ کوششیں کرنا ہوں گی اور فاؤنڈیشن نے اس تبدیلی کی کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے نئی صلاحیت، متعلقہ ذمہ داریوں، معیار میں بہتری اور مریض کے تجربے، مؤثر آپریشن اور تیرہ متوازی ٹریک کے اندر دیگر ٹریکس کے نفاذ کے حوالے سے اہم فیصلے کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ انھوں نے وضاحت کی کہ تبدیلی کے سفر کے دوران ہسپتال کی تمام خدمات دستیاب رہیں گی اور ہسپتال اور مرکز کا عملہ ایک غیر منافع بخش ادارے میں تبدیلی کی قیادت کرے گا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کنگ فیصل اسپیشلسٹ ہسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر سینکڑوں اعضاء کی پیوندکاری کر چکا ہے جن میں دل (جو کہ دل کی پیوندکاری کرنے والے عالمی مراکز میں سے ایک سرفہرست دس فیصد ہے) جگر، پھیپھڑے، لبلبہ اور گردے شامل ہیں۔ دنیا بھر میں تعداد کے لحاظ سے بون میروٹرانسپلانٹ کرنے والے سب سے اوپر دو فیصد مراکز میں سے ایک ہے۔ یہ ہسپتال ریاستہائے متحدہ امریکہ سے باہر پہلا مرکز ہے جسے سوسائٹی آف پیڈیاٹرک آنکولوجی نے تسلیم کیا ہے جو عالمی سطح پر اس شعبے میں سب سے نمایاں طبّی اداروں میں سے ایک ہے۔

سعودی عرب افغانستان کو ایک ارب ریال دے گا

سعودی عرب کے وزیر خارجہ فیصل بن فرحان نے غربت اور بھوک سے نبرد آزما افغانستان کے لیے ایک ارب ریال کی امدادی رقم کا اعلان کیا ہے۔ اسلام آباد میں ہونے والے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کے کونسل اجلاس میں سعودی وزیر خارجہ فیصل بن فرحان نے افغانستان کے لیے مالی امداد کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں معاشی بحران مزید سنگین ہوسکتا ہے۔ جنگ زدہ ملک میں خواتین اور بچے ہماری مدد کے منتظر ہیں۔ وزیر خارجہ فیصل بن فرحان نے مزید کہا کہ افغانستان میں بھوک و افلاس سے خواتین اور بچوں کے متاثر ہونے کا پوری طرح ادراک ہے۔ ہم افغان مسئلے کو انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ فیصل بن فرحان نے اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ افغانستان میں امن چاہتے ہیں اور یہ کہ جنگ زدہ ملک کی کشیدہ صورتحال کا اثر خطرے اور دنیا پر پڑ سکتا ہے۔ سعودی وزیر خارجہ نے کم سے کم وقت میں اجلاس بلانے اور بہترین انتظامات کرنے پر پاکستان کو خراج تحسین بھی پیش کیا۔ واضح رہے کہ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کی میزبانی میں اسلام آباد میں اسلامی تعاون تنظیم کے ممالک کے وزرائے خارجہ کا اہم اجلاس جاری ہے جس میں دہشت گردی کے خطرے سے نمٹنے، افغانستان کے انسانی بحران، خوراک کی فراہمی اور اقتصادی بحالی کے لیے چھ نکاتی حکمت عملی کا اشتراک کیا گیا ہے۔

طالبان نے خواتین کی تصاویر والے اشتہارات پر پابندی لگادی

طالبان حکومت نے اپنے نئے حکم نامے میں دکانوں پر لگے خواتین کی تصاویر والے اشتہارات پر پابندی عائد کردی ہے۔ عالمی ذرائع کے مطابق طالبان حکومت نے دکانوں بالخصوص بیوٹی پارلر اور مردوں کے سیلون میں خواتین کی تصاویر والے اشتہارات آویزاں کرنے پر پابندی عائد کردی ہے۔ کابل میونسپلٹی کے ترجمان نعمت اللہ بارکزئی نے کہا ہے کہ میونسپل آفیسر کو خواتین کے اشتہارات پر پابندی پر عمل درآمد کرانے کی ہدایت کردی گئی ہے۔ نعمت اللہ بارکزئی نے مزید کہا کہ خواتین کی تصاویر والے اشتہارات پر پابندی اسلامی قوانین کے عین مطابق ہے۔ اشتہارات اتارنے کا کام جاری ہے۔ طالبان حکومت کے اس فیصلے پر دارالحکومت میں بیوٹی پارلر چلانے والی خواتین نے شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فیصلہ معاشی قتل کے مترادف ہے۔ واضح رہے کہ طالبان نے سرکاری اور نجی اداروں میں کام کرنے والی خواتین کو فی الحال گھروں میں رہنے کی ہدایت کی گئی ہے تاوقتیکہ ملازمت گاہوں میں ان کے لیے حالات سازگار اور علاحدہ جگہیں مقرر نہ کردی جائیں۔

حامد کرزئی نے طالبان کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اپیل کی

افغانستان کے سابق صدر حامد کرزئی نے عالمی برادری سے طالبان کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اپیل کی۔ مسٹر کرزئی سے جب سی این این کے انٹرویو کے دوران سوال کیا گیا کہ کیا دنیا کو طالبان کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے جس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ یہ ضروری ہے۔ انھوں نے کہا کہ یقینی طور پر ایسی مثالیں ہوں گی جہاں انھیں (بین الاقوامی برادری) زمینی سطح پر کام کرنے کی ضرورت ہوگی۔ زمینی حقیقت یہ ہے کہ طالبان اب ملک میں حقیقی طاقت میں ہیں۔ اس لیے انھیں (عالمی برادری) افغان عوام تک پہنچنے کے لیے افغان عوام کو فراہم کرنے کے لیے ان کو (طالبان) کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا۔ طالبان نے اگست میں افغانستان میں امریکہ اور نیٹو کی برسوں کی فوجی موجودگی مکمل ختم ہونے کے بعد اگست میں اقتدار پر قبضہ کرلیا۔

اطلاع نامہ بنام مدعا علیہ منجانب محکمہ شرعیہ ضلع امروہہ (یوپی) انڈیا

فائل نمبر ۶۹ دفتر: مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ-۲۴۴۲۲۱، شاخ امارت شرعیہ جمعیۃ علماء ہند تاریخ: یکم جنوری ۲۰۲۲ء

مسماۃ شاذیہ بنت شمیم احمد ساکنہ موضع مڈال سبزی منڈی کے پیچھے گندھور، چاندپور، بجنور، یوپی

بنام: مسمّٰی **محمد جاوید بن اختر حسین** ساکن جمال پور مان راجہ کا تاجپور، ضلع بجنور، یوپی

مسمّٰی محمد جاوید بن اختر حسین آپ کی بیوی شاذیہ بنت شمیم احمد نے آپ کے خلاف محکمہ شرعیہ میں ظلم وزیادتی کرنے، نان ونفقہ نہ دینے، حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنے اور اب قریب تین سال سے لاپتہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کی درخواست دی ہے۔ لہٰذا آپ جہاں کہیں بھی ہیں آپ کو بذریعہ معتبر اخبار 'الجمعیۃ' اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ ۳/فروری ۲۰۲۲ء تک محکمہ شرعیہ ضلع امروہہ کے دفتر جامع مسجد امروہہ میں حاضر ہوکر دفع الزام کریں، بصورتِ دیگر فیصلہ آپ کے خلاف کردیا جائے گا، پھر آپ کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے مورخہ ۶/مارچ ۲۰۲۱ء اور ۲۵/نومبر ۲۰۲۱ء کو اطلاع نامے آپ کے گھر بھیجے جاچکے ہیں اور آپ کے گھر والوں نے لاپتہ ہونے اور نان ونفقہ نہ دینے کی تصدیق کردی ہے۔ فقط

محمد منصف بدایونی عفی عنہ
قاضی محکمہ شرعیہ ضلع امروہہ
(مہر دارالقضا) ۲/جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ

دریچۂ پاکستان — مرزا اشتیاق بیگ

بنگلہ دیش کی ترقی اور پاکستان

گزشتہ دنوں ۱۶/دسمبر کو بنگلہ دیش کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر بنگلہ دیش میں جشن کا سماں تھا جبکہ اس کے برعکس سقوط ڈھاکہ کے باعث پاکستان میں سوگ کی کیفیت تھی۔ اس بار بنگلہ دیش میں یوم آزادی کے موقع پر زیادہ جوش وخروش کی ایک وجہ معاشی میدان میں بنگلہ دیش کی وہ حیرت انگیز ترقی تھی جس نے اسے ایک پسماندہ ملک سے ترقی پذیر ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا۔ بنگلہ دیش نے اِس موقع پر اپنی معیشت اور ترقی کا موازنہ پاکستان سے کرتے ہوئے ایک چارٹ شائع کیا جس میں دکھایا گیا کہ بنگلہ دیش کی معیشت کا حجم آج ۳۴۸/ارب ڈالر جبکہ پاکستانی معیشت کا حجم صرف ۲۶۴/ارب ڈالر ہے، بنگلہ دیش کی فی کس آمدنی ۲۰۶۴ ڈالر جبکہ پاکستان کی فی کس آمدنی ۱۲۷۱ ڈالر ہے، بنگلہ دیش کے زرمبادلہ کے ذخائر ۵۲/ارب ڈالر جبکہ پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر صرف ۲۱/ارب ڈالر ہیں، بنگلہ دیش کی ایکسپورٹس ۴۵/ارب ڈالر جبکہ پاکستان کی ایکسپورٹس محض ۲۵/ارب ڈالر ہیں۔ گزشتہ ۵۰ برسوں میں بنگلہ دیش کی جی ڈی پی گروتھ اوسطاً ۹ء۷ جبکہ پاکستان کی ۵ء۱ رہی۔ ڈالر کے مقابلے میں بنگلہ دیشی ٹکا ۸۵ جبکہ پاکستانی روپیہ ۱۸۰ کی سطح تک گر چکا ہے، بنگلہ دیش میں غربت کی شرح ۲۰ سے بھی کم ہے جبکہ پاکستان میں غربت کی شرح ۴۰ فیصد سے تجاوز کرگئی ہے، بنگلہ دیش میں خواندگی کی شرح ۹۰ فیصد جبکہ پاکستان میں ۷۰ فیصد سے بھی کم ہے۔ یہ چارٹ مجھ سمیت ہر پاکستانی کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ سقوطِ ڈھاکہ سے قبل مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کو ہم اپنی معیشت پر ایک بوجھ تصور کرتے تھے مگر اسی ملک نے ۵۰ برسوں میں حیرت انگیز ترقی کی اور ہمیں پیچھے چھوڑتے ہوئے ایک پسماندہ ملک سے ترقی پذیر ملک کا درجہ حاصل کرلیا اور وہ دن دور نہیں لگتا جب بنگلہ دیش ترقی یافتہ ممالک کی صف میں آ کھڑا ہوگا۔ اس کے برعکس پاکستان ۷۴ برسوں میں ترقی پذیر ملک سے پسماندگی کی طرف گامزن ہے جو ہمارے لیے تشویشناک ہے۔ امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے بنگلہ دیش کو ایک بار وہ باسکٹ قرار دیا تھا جس میں ایک سوراخ ہے۔ آج یہ قول غلط ثابت ہوا اور بنگلہ دیش ایک کامیاب اسٹوری کے طور پر ابھر کر سامنے آرہا ہے جس نے دنیا پر یہ ثابت کردیا ہے کہ اس نے ایک پسماندہ ملک سے ترقی پذیر ملک بننے کا سفر کیسے طے کیا۔ بنگلہ دیش کی ترقی کی چار اہم وجوہات ہیں جنھوں نے بنگلہ دیش کو 'عالمی بھکاری' سے 'ترقی پذیر ملک' کے مقام تک پہنچادیا اِن وجوہات میں جمہوریت اور معاشی پالیسیوں کا تسلسل، شرح خواندگی میں اضافہ جو آج ۹۸ فیصد تک پہنچ گئی ہے، خواتین کی خودمختاری جس کے باعث ملک کے گارمنٹس سیکٹر میں ان کی تعداد مردوں سے بھی زیادہ ہے اور آبادی پر کنٹرول ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے وقت بنگلہ دیش کی آبادی چھ کروڑ ۵۰ لاکھ تھی جبکہ پاکستان کی آبادی ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ تھی لیکن آج بنگلہ دیش کی آبادی ۱۶ کروڑ جبکہ پاکستان کی آبادی ۲۲ کروڑ سے تجاوز کرگئی ہے۔

جس طرح ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر ہمیں ہندوستان سے آزادی نہ ملی ہوتی تو ہم ہندوؤں کے زیر تسلط ہوتے اور وہ ترقی نہیں کرپاتے جو آج ہم نے آزاد وطن میں حاصل کی۔ کچھ اِسی طرح کی سوچ بنگلہ دیش میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ باشعور اور باصلاحیت لیڈرز ہی ملکوں کی تقدیر بدلتے ہیں، ہمارے سامنے چین، سنگاپور اور بنگلہ دیش جیسے ممالک کی مثال ہے۔ بنگلہ دیش کی لیڈرشپ ہم سے زیادہ سیاسی اور جمہوری سوچ رکھتی ہے اور اقتصادی طور پر بھی ان کی منصوبہ بندی ہم سے کہیں بہتر ہے۔ ہمیں بنگلہ دیش کے ۵۰ سال اور اپنی آزادی کے ۷۴ سال کا تقابلی موازنہ کرتے ہوئے بنگلہ دیش کی اقتصادی ترقی اور اپنی معاشی تنزلی کے اسباب تلاش کرنا ہوں گے۔ آج پاکستان کو ایک بار پھر ایسی باشعور اور باصلاحیت قیادت کی ضرورت ہے جو ملک کو اس منجدھار سے نکال کر ترقی کی راہ پر گامزن کرسکے۔ یاد رہے کہ ۷۰ اور ۸۰ کی دہائی میں جب پاکستان ترقی کی طرف گامزن تھا اور ایک پاکستانی روپے میں دو بنگلہ دیشی ٹکا ملتا تھا، بنگلہ دیشی باشندے ملازمت کیلئے پاکستان کا رخ کرتے تھے مگر آج صورتحال بالکل برعکس ہے اور ایک بنگلہ دیشی ٹکا دو پاکستانی روپے سے تجاوز کرگیا ہے۔ ہم ابھی تک سقوط ڈھاکہ کے ذمہ داروں کا تعین کرنے کی بحث میں الجھے ہوئے ہیں جبکہ بنگلہ دیش سقوط ڈھاکہ کے عوامل جاننے میں سرکھپانے کے بجائے ہمیں پیچھے چھوڑ کر بہت آگے نکل گیا ہے۔ ہم معاشی ترقی میں چین سے تو سبق حاصل نہ کرسکے کم ازکم بنگلہ دیش سے ہی سبق حاصل کرلیں۔

ٹرانس پیرنسی سروے اور پی ٹی آئی حکومت

بدعنوانی پر نظر رکھنے والا بین الاقوامی ادارہ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل دنیا میں ایک معتبر اور بڑا نام تصور کیا جاتا ہے جو عالمی سطح پر کرپٹ ممالک کو کرپشن سے پاک کرنے کی جدوجہد میں سرگرم عمل ہے اور ایسے اقدامات بروئے کار لاتا ہے جن سے کرپشن کی حوصلہ شکنی ہوسکے۔ گزشتہ دنوں انسدادِ بدعنوانی کے عالمی دن کے موقع پر ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے پاکستان کے حوالے سے نیشنل کرپشن پرسپشن سروے رپورٹ شائع کی جس نے کرپشن کے خاتمے کے حکومتی دعوؤں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ ملک کے چاروں صوبوں میں کرائے گئے سروے میں یہ ہوشربا انکشاف سامنے آیا کہ گزشتہ تین برس میں پاکستان میں کرپشن میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا ہے اور سرکاری شعبوں میں کرپشن عروج پر ہے اور کرپٹ ترین اداروں میں پولیس پہلے جبکہ عدلیہ دوسرے نمبر پر ہے۔ اِسی طرح کرپشن میں سرکاری ٹینڈرنگ اور ٹھیکے داری تیسرے اور صحت کا شعبہ چوتھے نمبر پر ہے۔ حالیہ سروے میں پاکستان میں مہنگائی کا موازنہ بھی کیا گیا ہے جس کا ذمہ دار موجودہ حکومت کو قرار دیا گیا ہے۔ سروے میں بتایا گیا کہ عوام کی ۹۲ء۹ فیصد اکثریت کا کہنا ہے کہ گزشتہ حکومتوں کے مقابلے میں پی ٹی آئی کے تین سالہ دور حکومت میں مہنگائی بلند ترین سطح پر ہے جو گزشتہ ماہ نومبر میں ۱۱ء۵ فیصد سے تجاوز کرگئی ہے جبکہ (ن) لیگ کے دور میں مہنگائی کا تناسب چار فیصد تھا۔ سروے کے مطابق پی ٹی آئی دور حکومت میں ۸۶ فیصد پاکستانیوں کی آمدنی بڑھنے کے بجائے سکڑ کر رہ گئی ہے اور وہ حکومت کو بڑھتی ہوئی کرپشن کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔

حیران کن بات یہ ہے کہ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے سروے کے برعکس گزشتہ دنوں ''احساس راشن پروگرام'' تقریب میں وزیراعظم نے پاکستان کو دنیا کا سستا ترین ملک قرار دیا اور کہا کہ دوسرے ممالک کی نسبت پاکستان میں کوئی مہنگائی نہیں اور ملک میں اشیاء انتہائی سستی ہیں۔ وزیراعظم کی طرح حکومتی وزراء بھی ماضی میں اِسی طرح کے دعوے کرتے رہے ہیں حالانکہ عالمی ادارے پاکستان کو مہنگائی کے لحاظ سے دنیا کا چوتھا ملک قرار دے چکے ہیں۔ واضح رہے کہ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل رواں سال کے آغاز میں کرپشن رینکنگ کے حوالے سے اپنی سالانہ رپورٹ میں دنیا کے ۱۸۰ ممالک میں پاکستان کو کرپشن رینکنگ میں 124 ویں نمبر پر قرار دے چکا ہے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سالِ نو- ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

۲۰۲۱ء گزار کر ہم ۲۰۲۲ء میں داخل ہو چکے ہیں۔ پوری دُنیا خاص طور پر مغربی و یورپی دنیا میں سال نو کا جشن ایک اہم تہوار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ہمارے وطن عزیز میں بھی ہر سال اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور مذہب بیزار لوگ یوروپ کی تقلید میں اس سے بھی کہیں آگے نکل جاتے ہیں جہاں ان کے راہرو بھی نہیں پہنچ پاتے۔ دراصل سال نو کا یہ جشن عیسائی فرقہ کی ایجاد ہے جسے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ ولادت کے نام پر منائے جانے والے کرسمس کا حصہ قرار دے کر خوب رنگ و نور کی محفلیں سجاتا ہے۔ حیا سوز حرکتیں ہوتی ہیں، شراب کے جام چھلکتے ہیں، لڑکیوں کی عفت و عصمت پر برضا و رغبت دست درازیاں ہوتی ہیں اور کھلے عام وہ حرکتیں کی جاتی ہیں جو انسانی فطرت کے سراسر خلاف ہیں اور یہ سب کچھ خدا کے اس پاک برگزیدہ پیغمبر کے یوم ولادت کے نام پر کیا جاتا ہے جس کی امت میں وہ اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں، حق تو یہ تھا کہ عیسائیت کے دعویدار اس دن کو اپنے پیغمبر کی یادگار کے طور پر مناتے، ان کی تعلیمات پر چلنے کا عہد کرتے مگر دنیا بھر میں خود کو برتر کہنے اور سمجھنے والی یہ قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بالکل برخلاف جو مخربِ اخلاق امور انجام دیتی ہے وہ پوری انسانیت کو ہی شرمسار کرنے والے ہیں۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آج ہمارا مسلم نوجوان بھی انھیں کی طرح نہ صرف سالِ نو کا منتظر رہتا ہے بلکہ اپنی اقدار و روایات کو کمتر سمجھتے ہوئے عیسائیوں اور دین بیزار لوگوں کی طرح سالِ نو کا یہ غیر فطری جشن منانے میں لگ جاتا ہے۔ اسلام ایک دین فطرت ہے، وہ زندگی کے ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کرتا ہے، اس نے ہمیں خوشی اور غمی کے موقع پر ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے، اس کی طرف بھی رہنمائی کی ہے۔ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ زندگی پروردگار کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم اور بیش بہا نعمت ہے، گزرے ہوئے سال نے ہماری زندگی کا ایک قیمتی سال کم کر دیا اور جو کسی نعمت کے کم ہونے پر جشن اور خوشی مناتا ہے، اسے دنیا دیوانہ تو کہہ سکتی ہے، کبھی فرزانہ نہیں کہہ سکتی، ذرا سوچیے تو سہی آپ کی زندگی کا ایک قیمتی سال جو اللہ کی بڑی نعمت تھا، کم ہوا اور اس پر آپ جشن منائیں، آخر اس کا جواز کیا ہے اس لیے کہ نعمت کے کم ہونے پر خوشی نہیں غم کیا جانا چاہیے۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنے روزمرہ کے اعمال کا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ حق تو یہ ہے کہ ہر روز رات کو سونے سے پہلے اپنے پورے دن کے کاموں کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ہم نے آج کیا کھویا، کیا پایا اور اگر یہ نہ ہو تو کم از کم سال گزرنے پر تو اپنا ضرور محاسبہ کرلیں کہ ہماری زندگی کا جو یہ ایک قیمتی سال کم ہو گیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال وحرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں۔ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے، لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا اسی لیے نبی کریم کا ارشاد ہے کہ تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا احساب کیا جائے۔

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر و تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا چاہیے کہ ہماری کیا کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ دور نہ سہی تو کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟ انسان غلطی کا پتلا ہے، اس سے غلطیاں تو ہوں گی، مگر کسی غلطی کا ارتکاب تو برا ہے ہی، اس سے بھی زیادہ برا یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور اسی کا ارتکاب کیا جاتا رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے، اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بلکہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے۔ اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے لیے نیا سال وقتی لذت یا خوشی کا وقت نہیں بلکہ گزرتے ہوئے وقت کی قدر کرتے ہوئے آنے والے لمحاتِ زندگی کا صحیح استعمال کرنے کے عزم و ارادے کا موقع ہے اور از سر نو عزائم کو بلند کرنے اور حوصلوں کو پروان چڑھانے کا وقت ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ ہمارا نیا سال جنوری سے نہیں بلکہ محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے، جو ہو چکا ہے اور ہم میں سے اکثروں کو اس کا احساس بھی نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قمری اور ہجری سال کی حفاظت کریں اور اپنے امور اسی تاریخ سے انجام دیں اس لیے کہ ہماری تاریخ یہی ہے۔ چونکہ ہر قوم اپنی تاریخ کو کسی خاص واقعے سے مقرر کرتی ہے اس لیے ہم نے اپنی تاریخ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ کے مشورے سے واقعہ ہجرت سے مقرر کی جو ہر طرح سے باعث خیر و برکت اور باعث سعادت ہے۔

سن ہجری دوسرے مروّجہ سنین سے بہت سی باتوں میں منفرد بھی ہے۔ ہجری سال کی ابتدا چاند سے کی گئی اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا تاکہ چاند کو دیکھ کر ہر علاقے کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا جنگلوں میں، شہروں میں بستے ہوں یا دیہاتوں میں، نیز دور دراز جزیروں میں رہنے والے حضرات بھی چاند دیکھ کر اپنے معاملات بہ آسانی طے کرسکیں اور انھیں کسی طرح کی کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ نہ اس میں کسی کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے اور نہ کسی مادّی سبب کی احتیاج ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نئے سال کے نام پر یہ بیہودہ حرکتیں ہم انگریزوں کی اندھی تقلید میں کرتے ہیں، جنھوں نے ہمارے ملک کے عوام کو برسوں تک غلامی کی زندگی جینے پر مجبور کیا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور یہاں سے جاتے جاتے اپنی تہذیب کا کچھ نہ کچھ اثر ہم پر مسلط کر گئے، جس کے گرداب میں آج تک ہم پھنسے ہوئے ہیں اور اس کا مشاہدہ ہم بارہا کرتے رہتے ہیں۔ سیاسی طور پر اگرچہ ہم ان کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں مگر ذہنی و فکری طور پر آج بھی ان کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ❑❑

جواھر القرآن

سورۂ سجدہ-۳۲	ترجمہ آیات: ۲۹-۳۰	حضرت شیخ الہندؒ

○ تو کہہ کہ فیصلہ کے دن کام نہ آئے گا منکروں کا ان کا ایمان لانا اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی (ف۱)

○ سو تو خیال چھوڑ ان کا اور منتظر رہ وہ بھی منتظر ہیں (ف۲)

فوائد: —— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسول کے کہنے پر یقین کرو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کرلو ورنہ اس کے پہنچ جانے پر نہ ایمان لانا کام دے گا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ۔ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ استہزاء و تکذیب میں رائیگاں مت کرو، جو گھڑی آنے والی ہے یقیناً آکر رہے گی، کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔

ف۲ یعنی جو ایسے بے فکرے اور بے حس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اُڑاتے ہیں، ان کے راہِ راست پر آنے کی کیا توقع ہے، لہٰذا آپ فرضِ دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑیئے اور ان کی تباہی کے منتظر رہئے جیسے وہ اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی تباہی کے منتظر ہیں۔

تمت سورة السجدة

انوارِ احادیث

● حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: روئے زمین پر کسی شہر، گاؤں، صحرا کا کوئی گھر یا خیمہ ایسا باقی نہیں رہے گا جہاں اللہ تعالیٰ اسلام کے کلمہ کو داخل نہ فرمادیں، ماننے والے کو کلمہ والا بنا کر عزت دیں گے نہ ماننے والے کو ذلیل فرمائیں گے پھر وہ مسلمانوں کے ماتحت بن کر رہیں گے۔ (مسند احمد)

● حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہے اور پھر اسی پر اس کی موت آجائے تو وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (ہاں) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے پھر عرض کیا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ ابوذر کے عَلٰی الرَّغم وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ (بخاری)

فخرِ رُسل

مولانا عبد الرؤف راسخؔ

میرے نبی سرِّ خدا، شاہ امم بھی — خالق سے تعلق ہے تو مخلوق کا غم بھی
مخلوق کے سرور ہیں تو بندے ہیں خدا کے — طیبہ کے مکیں اور سر عرش قدم بھی
معراج کی شب پہنچے جہاں پر مرے آقا — طاقت ہے بھلا کس کی جو مارے وہاں دم بھی
حماد ہیں محمود ہیں احمد ہیں محمدؐ — اللہ نے دیا ان کو ہے بخشش کا علم بھی
نام آپ کا لب پر ہے تو یاد آپ کی دل میں — آزاد ہوں ہر فکر سے دل میں نہیں غم بھی
مایوس مجھے روزِ قیامت نہ کریں گے — رکھتے ہیں مرے آقا تو دشمن کا بھرم بھی
اعمال کو دیکھوں، نہیں ممکن مری بخشش — دیکھوں جو کرم آپ کا، رہتا نہیں غم بھی

راسخؔ کو کرائی ہے جو پہچان خدا کی
اس پر ہو طفیل آپ کے اللہ کا کرم بھی

ہری دوار کی نام نہاد دھرم سنسد میں مسلمانوں کے خلاف جارحانہ اشتعال انگیزی

کیا عدالت عظمیٰ اس کا نوٹس لے گی؟

صفحہ اوّل کا بقیہ

جس ریاست کی زمین پر کسان تحریک کی ابتدا ہوئی اسی پنجاب میں دو لوگوں کو پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دیا گیا۔ ہری دوار میں دھرم سنسد کے نام پر ملک کی اقلیتوں کے خلاف پوری طرح ہتھیار اُٹھانے کا نفرت انگیز اعلان کیا جارہا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے معاملات میں ہمارے حکمراں اور عوام ”قانون اپنا کام کررہا ہے“ کی لفظی ہمدردی دِکھا کر سرعام قانون اور دستور کی اس توہین پر خاموش ہوجانا چاہتے ہیں اور صرف مذمت کرکے ایسی ہلاکتوں پر لب کشائی سے پرہیز کیا جانے لگتا ہے، جنھیں ہماری سیاسی بول چال میں بھیڑ کے ذریعہ کی گئی ہلاکت کا نام دیا جاچکا ہے۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جو لگاتار ہماری جمہوریت کو صلیب پر لٹکا رہا ہے۔

جس صوبہ نے آزادی کے بعد برپا ہوئی ایک کامیاب تاریخی تحریک کا جشن منایا وہاں بھی اس طرح کا قتل ہونا بڑی بدقسمتی ہے۔ ظاہر ہے چاہے بی جے پی کے رہنما ہوں یا دہلی کی سرحد پر اپنا عزم مصمم دِکھا چکے کسان رہنما، یا پھر پنجاب میں نئی طرح کی سیاست کا دعویٰ کرنے والی عام آدمی پارٹی، ان کے لیے پنجاب ابھی صرف اسمبلی انتخاب کی سرزمین ہے جہاں یہ اکثریت کے خلاف بیان دے کر اپنے لیے کسی طرح کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے ہیں۔

دادری سے لے کر امرتسر، کپورتھلہ اور ہری دوار تک کو سمجھنے کے لیے ہم مذہب اور اقتدار کی تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ موجودہ دور کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ مذہب اور اقتدار میں ایک گہرا رشتہ ہے جس سے دونوں ایک دوسرے سے طاقت حاصل کرتے ہیں۔ ہندستان میں بھی قدیم زمانہ سے مذہب کے ذریعہ ہی حاکمانہ اقتدار نے طاقت حاصل کی ہے۔ یوروپ میں بیداری کے بعد سائنس کا زمانہ آیا، اسے وہاں تک آتے آتے صرف ایک چیز سمجھ میں آئی کہ مذہب ذاتی معاملہ ہے، اس کے بعد سے ہی وہاں مذہب کو کھلے نظریے سے دیکھا جانے لگا۔

دادری سے لیکر امرتسر، کپورتھلہ اور ہری دوار تک کو سمجھنے کیلئے ہم مذہب اور اقتدار کی تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ موجودہ دور کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ مذہب اور اقتدار میں ایک گہرا رشتہ ہے جس سے دونوں ایک دوسرے سے طاقت حاصل کرتے ہیں۔ ہندستان میں بھی قدیم زمانہ سے مذہب کے ذریعہ ہی حاکمانہ اقتدار نے طاقت حاصل کی ہے۔ یوروپ میں بیداری کے بعد سائنس کا زمانہ آیا، اسے وہاں تک آتے آتے صرف ایک چیز سمجھ میں آئی کہ مذہب ذاتی معاملہ ہے، اس کے بعد سے ہی وہاں مذہب کو کھلے نظریے سے دیکھا جانے لگا۔

دنیا بھر میں جدیدیت کا تصور سیکولر اقتدار اور سیکولر مذہب کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ دنیا میں وہی ملک سماجی، اقتصادی اور تہذیبی لحاظ سے ترقی حاصل کرتے ہیں جو اپنے دستور اور قانون سے مذہبی شدت پسندی کو دور رکھتے ہیں۔ ہندستان میں کبیر اور گرو نانک جیسے سنتوں نے مذہب کے ستائے ہوئے لوگوں کو ایک نئی روحانی بنیاد عطا کی۔ ان کے معتدل طرزِ فکر نے ان کی روحانی بھوک مٹانے کا کام کیا۔ مذہبی اقتدار کے ذریعہ حاشیہ پر ڈالے گئے لوگوں میں خود اعتمادی پیدا کی تا کہ وہ اپنے دل کو خدا سے جوڑ سکیں۔

مذہب کو سیاست سے الگ کرنے کی مہم کے ساتھ ہی دنیا میں جمہوریت کے تصور نے جنم لیا جس کی بنیاد پر ایک ایسے دستور کی تدوین ہوئی جو فرد واحد کو سامنے رکھ کر اس کی آزادی کی حدود طے کرنے کا ہدف رکھتا ہے۔ یہ جمہوری ہدف اسی راہ سے نکلا ہے جو ایک زمانہ میں سیکولر مذہبی رہنماؤں نے دِکھائی تھی۔ انہی رہنماؤں نے آج کی دستوری شہریت کی بنیاد رکھی جس کا مطلب شخصی آزادی اور ذمہ داری کا احساس ہے۔ ہمارا سیکولر جمہوری دستور آزادی، مساوات اور بھائی چارہ کے تصور کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ ہمارا یہ جمہوری دستور اصولوں کی بنیاد پر چلتا ہے۔ اکثریت کی تعداد کو کسی فیصلہ کی بنیاد نہیں بناتا اس لیے کہ جو اکثریت کو پسند ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ دستوری اور جمہوری بھی ہو۔ ہمارے جمہوری دستور کی بنیاد بھی یہی ہے۔ مہاتما گاندھی بھی انگریزی سامراج کے خلاف آزادی کی لڑائی میں انہی اصولوں کو لے کر آگے بڑھے تھے۔ ان کی سیاسی مہم میں اگر ”ایشور، اللہ تیرا نام، سب کو سمتی دے بھگوان“ کا نعرہ شامل تھا تو اس لیے کہ تمام تفریق بھول کر صرف انسانیت کے نام پر اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر سکیں۔

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج ہماری جمہوریت کی اس روایت کو توڑ کر اسے اکثریت کی خواہش میں بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ ہندو مذہب کو اپناؤ اور پھر مذہب کے اسٹیج کا سہارا لے کر ملک کی اقلیتوں کے قتل کا اعلان کرو، ہری دوار میں ہوئی مذکورہ نام نہاد دھرم سنسد اس پارلیمنٹ کے لیے زبردست خطرہ ہے جو عوام کے ذریعہ منتخب کی جاتی ہے۔ آج انتخابات کے وقت کوئی اجودھیا کی یاترا کروار ہا ہے تو کوئی کاشی کا گلیارہ بنوا رہا ہے جبکہ سیکولر پارٹیوں کے لیڈر صرف قانون بنانے دینے ہی کی بات کررہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جو بھی صوبہ انتخابات کے قریب ہوتا ہے وہاں سبھی پارٹیاں خود کو مذہبی ترازو میں تولنے لگتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہندستان سماجی اور تہذیبی طور پر ایک مذہبی ملک ہے مگر انتخابات کے موقع پر مذہب کو لے کر جو ایک خاص طرح کا اشتعال انگیز شور مچایا جانے لگتا ہے اور حکمرانوں کی عوام کی طرف سے خاص طرح کی خاموشی دِکھائی جانے لگتی ہے آخر اس کا کیا جواز ہے، اس سوال پر سب سے پہلے شہریوں کو ہی غور کرنا ہوگا اس لیے کہ اگر بھیڑ کے تشدد پر خاموشی اختیار کی جائے گی تو دوسرے زمینی مسائل پر بھی خاموشی اختیار کرنے کا ماحول تیار ہوجائے گا۔ ایسے پرتشدد رجحان پر خاموشی آئندہ کس طرح کا تشدد اور ہنگامہ برپا کرتی ہے ہماری تاریخ میں اس کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔

اکثریت جب بے لگام ہوجاتی ہے تو اس کی سب سے پہلی چوٹ جمہوریت کو پہنچتی ہے۔ اب یہ کون طے کرے گا کہ پنجاب میں جو شخص قتل کیا گیا اس نے کیا جرم کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ کسی بھیڑ کو تو اس کا حق نہیں دیا جاسکتا جبکہ اترپردیش سے لے کر جھارکھنڈ اور پنجاب تک ایسا ہی رجحان پھیل رہا ہے۔ دراصل ہمارے حکمرانوں کی سرپرستی نے شہریوں کو قانون اور دستور کو پامال کرنے والے گروہ میں تبدیل کردیا ہے جو اگر اسی طرح چلتا رہا تو ہم پھر وہیں پہنچ جائیں گے جہاں سے ہم نے اپنی شروعات کی تھی۔

ہمارے محترم چیف جسٹس جو اپنی مدت کار میں بار بار انصاف کا سر بلند اور اس کا عوام میں اعتماد بحال کرتے رہے ہیں، ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ وہ اس دھرم سنسد اور اس میں کی گئی اشتعال انگیز اور جارحانہ بکواس کا بھی سخت نوٹس لیں گے اور ایک بار پھر اقلیتوں میں یہ اعتماد بحال فرمائیں گے کہ آزاد جمہوری اور سیکولر ہندستان میں ان کے حقوق کو نہ کوئی اکثریت پامال کرسکتی ہے اور نہ کوئی حکمراں ان کے حقوق کو ترچھی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔

جہاں تک ہری دوار کی نام نہاد دھرم سنسد اور اس میں اشتعال انگیز تقریروں کا سوال ہے، یہ سب اقلیتوں کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش ہے جسے بدقسمتی سے حکومت کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اس نام نہاد دھرم سنسد کو منعقد کرنے والے اور اس میں اقلیتوں خاص طور پر مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز اور ہندوؤں کو ان کے قتل کردینے اور ہندستان کو میانمار بنانے کی دھمکیاں پروسنے والے آج جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہ ہوتے تاہم یہ بات بہرحال خوش آئند ہی کہی جائے گی کہ ابھی ملک میں جمہوریت اور سیکولرزم کے چاہنے والے بھی بڑی تعداد میں لوگ موجود ہیں جو اس دھرم سنسد کے انعقاد اور اس میں کی جانے والی تقریروں کی کھل کر مخالفت و مذمت کررہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں گزشتہ ۲۶؍دسمبر کو ہائی کورٹ کے ایک سابق فاضل جسٹس اور ۷۶ سینئر وکلاء نے چیف جسٹس مسٹر رمنا کو ایک خط لکھ کر ان سے درخواست کی ہے کہ وہ ہری دوار کی دھرم سنسد میں کی گئی ہفوات کا ازخود نوٹس لے کر اقلیتوں اور ان کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ خط میں سبھی ملزمین کا نام لکھتے ہوئے وکلاء نے کہا ہے کہ یہ صرف نفرت انگیز تقریر کا معاملہ نہیں ہے بلکہ ایک پوری کمیونٹی کے قتل عام کی کھلی اپیل ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ اس سے نہ صرف ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو شدید خطرہ ہے بلکہ لاکھوں مسلمانوں کی زندگیاں خطرے سے دوچار ہوگئی ہیں۔ چیف جسٹس سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ صورتحال کی سنگینی کے پیش نظر وہ اس معاملہ کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے قصورواروں کے خلاف تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۱۲۰-بی، ۱۲۱-اے، ۱۵۳-اے، ۱۵۳-بی، ۲۹۵-اے، ۲۹۸، اور ۱۸۶۰ کے تحت کارروائی کا حکم جاری کریں۔ اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۱۵۳، ۱۵۳-اے، ۱۵۳-بی، ۲۹۵-اے، ۵۰۴، ۵۰۶، ۱۲۰-بی اور ۳۴ کے تحت ابھی تک نفرت انگیز تقریروں کے سلسلے میں کوئی سنجیدہ کارروائی نہیں کی گئی ہے اس لیے اس معاملہ میں عدالتی مداخلت کی سخت ضرورت ہے۔

ہندستان سماجی اور تہذیبی طور پر ایک مذہبی ملک ہے مگر انتخابات کے موقع پر مذہب کو لیکر جو ایک خاص طرح کا اشتعال انگیز شور مچایا جانے لگتا ہے اور حکمرانوں کی عوام کی طرف سے خاص طرح کی خاموشی دِکھائی جانے لگتی ہے آخر اس کا کیا جواز ہے، اس سوال پر سب سے پہلے شہریوں کو ہی غور کرنا ہوگا اس لیے کہ اگر بھیڑ کے تشدد پر خاموشی اختیار کی جائے گی تو دوسرے زمینی مسائل پر بھی خاموشی اختیار کرنے کا ماحول تیار ہوجائے گا۔ ایسے پرتشدد رجحان پر خاموشی آئندہ کس طرح کا تشدد برپا کرتی ہے ہماری تاریخ میں اس کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔

اس سے قبل خود محترم چیف جسٹس صاحب بھی وجے واڑہ کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے یہ اعتراف کرچکے ہیں کہ جمہوریت میں قانون کی حکمرانی کی زبردست اہمیت ہے۔ انھوں نے صاف کہا کہ اگر کسی ملک میں قانون کی حکمرانی نہیں ہے تو وہاں پھر انارکی کا ہی راج ہوسکتا ہے۔ انھوں نے قانون دانوں اور وکلاء کو مشورہ دیا کہ وہ اس سلسلہ میں رائے عامہ بیدار کریں اور عوام کو ان کے حقوق سے باخبر کریں۔

ہمارے خیال میں ہمارے ماہرین قانون کی یہ کوشش رائیگاں نہیں جائے گی اور ہمارے محترم چیف جسٹس جو اپنی مدت کار میں بار بار انصاف کا سر بلند اور اس کا عوام میں اعتماد بحال کرتے رہے ہیں، ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ وہ اس دھرم سنسد اور اس میں کی گئی اشتعال انگیز اور جارحانہ بکواس کا بھی سخت نوٹس لیں گے اور ایک بار پھر اقلیتوں میں یہ اعتماد بحال فرمائیں گے کہ آزاد جمہوری اور سیکولر ہندستان میں ان کے حقوق کو نہ کوئی اکثریت پامال کرسکتی ہے اور نہ کوئی حکمراں ان کے حقوق کو ترچھی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔

بہرحال آج ان سنگین حالات میں جب ہمارے حکمراں بھی فرقہ پرستوں کے یرغمال بن چکے ہیں، ہمارا عدالتی نظام ہی امید کی ایک کرن کے طور پر باقی رہ گیا ہے اور شاید اسی لیے آج ملک کی مظلوم و مقہور اقلیتیں بالخصوص مسلمان اپنے دستوری حقوق کے تحفظ کے لیے اسے امید بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ ❑❑

میزان — مولانا عبدالحمید نعمانی

ھری کے دوار پر شرپسندوں کا رقص

ہندوتووادی سماج مختلف قسم کے نظریاتی و عملی بحران میں مبتلا ہے، اس کے سامنے کوئی واضح اور صحیح بنیاد پر مبنی کوئی آدرش اور نظام حیات وعقیدہ نہیں ہے، اس سے اگر دیگر سے نفرت اور منفی فکر و عمل کو خارج کر دیا جائے تو ایک بے وجود سا وجود رہ جاتا ہے۔ اس صورتحال نے ہندوتووادی عناصر میں شدت وجارحیت پیدا کر کے امن پسندی، عدم تشدد اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کے دعوے کی پوری طرح تکذیب وتردید ہو جاتی ہے۔ اسے وہ عالمی برادری کے سامنے پیش کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ بیرون ہند کے ممالک کے سامنے وہ گوتم، گاندھی وغیرہ کو پیش کرتے ہیں جبکہ اندرون ملک دنیا والوں کو دِکھانے کے لیے لال قلعہ، جامع مسجد، قطب مینار اور تاج محل وغیرہ کے علاوہ مزید زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کھجوراہو وغیرہ کی مخصوص عمل کی حامل برہنہ تصاویر دِکھا کر مہذب سماج کی بات نہیں کی جاسکتی ہے۔ فرقہ وارانہ خطوط پر سرگرم عمل پارٹیوں، تنظیموں، اداروں اور ان سے وابستہ افراد جس طرزِ گفتار و کردار کا کھلے عام مظاہرہ کر رہے ہیں، اس نے بھارت کے آئین، جمہوری اداروں اور نظام عدلیہ کے وجود پر سوالیہ نشان لگانے کا کام کیا ہے۔ ایک آزاد، جمہوری نظام حکومت اور مشترکہ سماج میں کسی ایک کمیونٹی کو چاہے وہ اکثریت ہی میں کیوں نہ ہو دیگر باشندگانِ وطن اور کمیونٹی پر یک طرفہ تسلط قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ ملک کے آئین اور نظام حکومت کی بنیاد میں ایسا مثبت سیکولرزم ہے جس کے تحت حکومت کے لیے بغیر کسی جانب داری کے تمام مذاہب کا یکساں لحاظ واحترام ضروری ہے۔ ایسے نظام میں کمیونٹی پر مبنی برہمنی تفوق والے ہندو راشٹر کے قیام کے لیے خوں ریز جدوجہد قطعی طور سے آئین مخالف اور بھارت کی تکثیری روایت و سماج کو ختم کرنے کی مذموم سعی ہے۔ گاندھی جی نے فرقہ وارانہ بنیاد پر قائم ہندو راشٹر کو مسترد کرتے ہوئے اس میں کسی بھی قیمت پر رہنے سے انکار کر دیا تھا، اس سمت میں جانے کو انھوں نے بربادی قرار دیا تھا۔ گاندھی جی نے واضح الفاظ میں لکھا تھا کہ یقینی طور سے ہمیں یہ گوارا نہیں کہ یونین کو ہندو ملک بنا دیں، جس میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہو۔ (دیکھیں ہریجن ۵، اور ۷/اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دونوں شمارے)

تمام ہندستانیوں کے سامنے یہ بنیادی سوال ہے کہ وہ کس کا دیس بنانا چاہیں گے، گاندھی جی کا بھارت یا گوڑسے، گولوالکر کا ہندواستھان؟ گزشتہ چند دنوں میں جس طرح کے اشتعال انگیز بیانات ہندو راشٹر اور ہندو مسلم کے نام پر سامنے آ رہے ہیں ان سے بھارت کے تکثیری معاشرے اور سیکولر انڈیا کی شبیہ بری طرح مجروح اور مکروہ شکل میں سامنے آ رہی ہے۔ ایسے شرپسند اور فرقہ پرست نفرت کے سوداگروں کے خلاف قانون کے دائرے میں مؤثر اقدامات ملک وقوم کے حق میں ضروری ہیں۔

سنگھ، وشو ہندو پریشد، بی جے پی اور کئی سارے دیگر ہندوتووادی نمائندے ہندو سنسکرتی اور سناتن دھرم اور تہذیب کی باتیں کرتے ہوئے اس کی اعلیٰ طرزِ حیات ہونے کے دعوے کر رہے ہیں لیکن اپنے دعوے پر کوئی مضبوط دلیل اور بہتر نمونۂ زندگی پیش کرنے سے اب تک قاصر ہیں۔

ایک جمہوری آزاد ملک میں جس طرح دوسروں کو اپنے عقیدہ و عمل کو آئین کے دائرے میں پیش کرنے کی آزادی ہے اسی طرح سنگھ، بی جے پی اور دیگر ہندوتووادی بھی اپنے عقیدہ و عمل کو سماج کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کے نزدیک کونسا نظامِ حیات اور طرزِ عمل نمونہ اور اتھارٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتابوں، عظیم شخصیات اور مختلف روایات میں انتخاب اور ملکی نظام حیات اور عقائد کے طور پر اپنانے سے متعلق کئی طرح کے ایسے سوالات سامنے آتے ہیں جن کے تشفی بخش اور صحیح جوابات کے بغیر کسی بھی نظام حکومت اور مخصوص راشٹر کی بات قطعی طور سے بے معنی ہے۔

> **سنگھ سربراہ جب حلف دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام یا عیسائیت قبول کر چکے لوگوں کے گھر واپسی ہونی چاہیے تو وہ اپنے اس دعوے واعلانیہ نظریے کی تردید وتکذیب کر جاتے ہیں کہ بھارت کے سارے باشندے ہندو ہیں۔ ہندو جب دھرم نہیں، سنسکرتی ہے تو تبدیلی مذہب اور دھرم چھوڑنے کا سوال پوری طرح بے معنی اور لایعنی ہو کر رہ جاتا ہے۔**

اس سلسلے میں ملک گیر سطح پر نتیجہ خیز بحث وگفتگو کی ضرورت ہے۔ ہندومت کو جارحانہ اور فاشی وادی نظام حیات میں بدلنے کی سرگرمیوں پر اگر سناتن ہندوا کثریتی سماج روک لگانے کے لیے آگے نہیں بڑھے گا تو سناتن ہندومت کے متعلق مبینہ امن پسندی اور عدم تشدد کی بات قطعی طور سے بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ گزشتہ دنوں دہلی اور ہری دوار میں جو کچھ کیا اور کہا گیا وہ تشویشناک ہے۔ یتی نرسنہا نندگری، سدرشن ٹی وی کے سریش چوہانکے، توگڑیا، انا پورنا، دھرم داس (بہار)، آنند سوروپ مہاراج، بی جے پی لیڈر اشونی اپادھیائے، ساگر سندھو راج مہاراج، سوامی پرودھانند وغیرہم جس طرح کی باتیں اور حرکتیں کر رہے ہیں ان سے بہت اچھی طرح صاف ہو گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے پاس انسانی سماج اور اہل وطن کو دینے کے لیے کوئی روشنی، امن وانسانیت اور خیر نہیں ہے۔ ایسی مذموم ومکروہ سرگرمیوں نے ایک بار پھر بقول ڈاکٹر امبیڈکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوتو اور تفوق پسند برہمن وادی نظام بدلتے ہوئے سماجی منظرنامے اور آزادی اور انسانی اقدار کی اہمیت کے پیش نظر وہ ازکارِ رفتہ ثابت ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک دن آئے گا کہ شدت پسند عناصر تاریخ کے کوڑے دان میں بدل جائیں گے۔ چولا اور بھیس بدل لینے سے کوئی شیطان سادھو نہیں بن جاتا۔ راون بھی سیتا کا اغوا کرنے کے لیے سادھو بن گیا تھا لیکن وقت آتے ہی رام کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ہری کے دوار پر رقص ابلیس اور راون تانڈو قطعی ناقابل فہم حرکت ہے۔ اس کنفیوژن کے ماحول میں بھارت کے آئین کی بالاتری، سیکولر نظام حکومت اور ہندوؤں کی سرکار بنانے کا اعلان واظہار ہندو فرقہ پرستی کو بڑھاوا دینے اور ہندوتوا کی فتح واٹر کے طور پر دیکھا جائے گا۔

بھارت کے جمہوری نظام اور تکثیری سماج میں صرف ہندستانیوں کی حکومت ہی بامعنی اور آئین ملک کے مطابق ہو سکتی ہے۔ موجودہ کنفیوژن کا نتیجہ ہے کہ مرنے مارنے کی حد تک جا کر ہندو راشٹر کے قیام کا کھلے عام اعلان کیا جا رہا ہے۔ ہندو اور ہندوتو دونوں کو لے کر جس طرح کا ابہام اور کنفیوژن ہے اس میں کسی ایک نام پر بھی ماحول سازی بھارت کے حق میں نہیں ہے۔ سنگھ سربراہ جب حلف دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام یا عیسائیت قبول کر چکے لوگوں کے (باقی صـ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

سول سروسیز کی تیاری کیجیے

ملک کی پالیسی سازی میں حصہ دار بننے کے لیے واحد راستہ مقابلہ جاتی امتحانات میں شرکت اور کامیابی ہے۔ مرکزی سطح پر یونین پبلک سروس کمیشن (یو پی ایس سی) اور ریاستی سطح پر اسٹیٹ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے منعقدہ امتحانات کے ذریعے ہی آئی اے ایس، آئی پی ایس اور دیگر اعلیٰ عہدوں پر اپنی قابلیت وصلاحیت کی بنا پر پہنچا جاسکتا ہے۔ پورے بھارت میں کئی ادارے ان امتحانات کی تیاری میں طلبہ کی مدد کرتے ہیں۔ مسلم سماج میں اس تعلق سے گزشتہ چند برسوں میں اچھی بیداری آئی ہے اور ہمارے طلبہ کی نمائندگی میں بھی اضافہ ہوا ہے جس کے لیے بالخصوص جامعہ ملیہ اسلامیہ، زکوٰۃ فاؤنڈیشن، ہمدرد اسٹڈی سرکل، حج کمیٹی آف انڈیا ممبئی، ریاستی حج کمیٹی تلنگانہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، کریسینٹ ایجوکیشنل فاؤنڈیشن (چنئی) ودیگر کئی ادارے ملک کے مختلف علاقوں میں بالخصوص مسلم طلبہ کو ان مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری مفت یا پھر انتہائی کم فیس میں کرواتے ہیں۔ ان اداروں کے علاوہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے ذریعے بھی ایسے انسٹی ٹیوٹ قائم کیے گئے ہیں جو گریجویٹ طلبہ کو ان امتحانات میں کامیابی کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ مہاراشٹر میں چھ مقامات پر ریاستی اور مرکزی ایڈمنسٹریٹو انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے ان امتحانات میں شرکت کی تیاری کروائی جاتی ہے۔ ان شہروں میں ممبئی، اورنگ آباد، کولہاپور، امراوتی، ناگپور اور ناسک ریاستی ومرکزی وزیر انتظام اداروں کے ذریعے سول سروس امتحان کی تیاری کے تربیتی مراکز قائم کیے گئے ہیں۔

اہلیتی امتحان سے متعلق معلومات: ان اداروں میں کل پانچ سو چالیس نشستوں پر امیدواروں کا انتخاب ایک مشترکہ اہلیتی ٹیسٹ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ امسال یہ اہلیتی ٹیسٹ ۱۶/جنوری ۲۰۲۲ء صبح گیارہ تا ایک بجے کے درمیان منعقد کیا جائے گا۔ اہلیتی امتحان کے لیے آن لائن درخواست فارم کا آغاز ۹/دسمبر ۲۰۲۱ء سے ہو چکا ہے جبکہ ان کی آخری تاریخ ۷/جنوری ۲۰۲۲ء (رات بارہ بجے تک) ہے۔ یہ اہلیتی ٹیسٹ بھی آن لائن منعقد ہوگا۔ ٹیسٹ کی تیاری یا مشقی ٹیسٹ کا بھی نظم موجود ہے۔ اصل ٹیسٹ میں شرکت سے قبل امیدوار مشقی ٹیسٹ (Mock Test) میں ۱۲/جنوری ۲۰۲۲ء کو شرکت کر سکتے ہیں۔ فارم بھرنے کے لیے امیدوار https://register.siacexam/org لنک پر جا کر آن لائن فارم اور اہلیتی ٹیسٹ کی فیس ادا کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (بارٹی) اور اقلیتی امداد یافتہ نشستوں کے علاوہ دیگر نشستوں پر داخلوں کے لیے ریزرویشن کا اطلاق ہوگا۔

انٹرنس امتحان اور انٹرویو: انٹرنس امتحان کل دو سو مارکس کے جنرل اسٹڈیز پرچے پر مشتمل ہوگا۔ پرچے کے دو سیکشن ہیں۔ پہلا سیکشن جنرل اسٹڈیز جبکہ دوسرا سیکشن سول سروس اپٹی ٹیوڈ ٹیسٹ (CSAT) ہوگا۔ اس کے علاوہ پرسنل انٹرویو کے پچاس مارکس ہوں گے۔

کل مارکس اور سوالات کی تعداد: ہر سیکشن کے سو مارکس (باقی صـ۱۴ پر)

دریچے — م-س-ج-

سوشل میڈیا انسانی معاشرے کے لئے خطرناک

امریکہ میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں سائنس دانوں نے انکشاف کیا ہے کہ سوشل میڈیا سے عالمی سطح پر انسانوں کے مجموعی طرزِ عمل پر دوررس اور ناقابل تلافی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جن کے بارے میں اب تک مکمل علم بھی موجود نہیں۔ پروسیڈنگز آف دی نیشنل اکیڈمی آف سائنسز آف دی یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ میں شائع ہونے والی اس تحقیق میں ستر محققین نے حصہ لیا جن میں فلسفے سے لے کر موسم سے متعلق سائنسداں شامل ہیں۔ تحقیق میں کہا گیا کہ سوشل میڈیا کی وجہ سے آج اربوں افراد ایک دوسرے سے مسلسل رابطے میں ہیں۔ اس سے انسانی سماج کے رویے کیسے تبدیل ہو رہے ہیں، اس کے انسانی بقا اور ماحول میں کیا اثرات ہیں، اس سے سائنس داں بہت حد تک لاعلم ہیں۔ سائنسدانوں نے زور دیا ہے کہ سوشل میڈیا انسانی معاشرے کی بقا کے لیے خطرناک ہے اور اس بارے میں فوری طور پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ محققین نے لکھا کہ یہ صورتحال ویسے ہی مسائل اپنے ساتھ لائی ہے جیسے ماحول اور حیاتیات کے ماہرین کو اس وقت دیکھنے کو ملے تھے جب قواعد وضوابط کی عدم موجودگی میں منافع کمانے کی دھن میں مگن انڈسٹریوں کی وجہ سے ماحول اور زمین کے نظام کے استحکام کو شدید خطرات لاحق ہو گئے۔

محققین کے بقول ایسی صورت میں ماحولیات اور ارضیات کے ماہرین کو ماحول کو لاحق خطرات کو سمجھنے کے لیے خطرے کی گھنٹی بجانی پڑی تاکہ حقائق تک فوری طور پر پہنچا جاسکے اور ان کی روشنی میں ایسے ضوابط ترتیب دیئے جاسکیں جن سے ماحول اور زمین کے نظام کو غیر مستحکم ہونے سے بچایا جاسکے۔ اس تحقیق میں نشاندہی کی گئی ہے کہ اس وقت انسانی معاشرے کو بھی ویسے ہی خطرات کا سامنا ہے۔ سوشل میڈیا کے موجودہ زمانے میں مجموعی انسانی رویے کیسے تبدیل ہو رہے ہیں، ان پر تحقیق نہ ہونے کے برابر ہے۔ ماہرین کے مطابق ایسی صورت میں آنے والی تباہی کو روکنے کے لیے کیا ضابطے لائے جائیں، ان کے بارے میں کسی کو علم نہیں۔ تحقیق میں شامل وبائی امراض کے ماہر کارل برکسٹروم نے امریکی ویب سائٹ ووکس کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی دیگر ٹیکنالوجیز کی بدولت الگوری تھم کے تحت چلنے والے اشتہارات اور معلومات لوگوں تک پہنچنے اور کوئی رائے قائم کرنے کا طریقہ تبدیل ہو چکا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ سب تبدیلیاں اس طرز سے رونما ہوئی ہیں کہ لوگ غلط معلومات کے سامنے پہلے سے زیادہ خطرے میں ہیں۔ انھوں نے ایک مثال دیتے ہوئے بتایا کہ ایک کمزور تحقیق کے ساتھ ایک ریسرچ پیپر سامنے آتا ہے جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہائیڈروکلوروکوئین شاید کورونا وائرس کا علاج ہو۔ چند دنوں میں اس تحقیق کو کئی رہنماؤں نے عوام میں پھیلایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ دوا بازار سے غائب ہو جاتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ آج غلط معلومات کے پھیلنے کی رفتار اس سے پہلے موجود ذرائع معلومات کے مقابلے میں کہیں تیز رفتار ہے۔ امریکہ کی یونیورسٹی آف واشنگٹن میں ریسرچر کے طور پر کام کرنے والے ایک اور محقق جوزف بیک کولمین نے ووکس سے بات کرتے ہوئے کہا کہ انسان کے مجموعی رویے بہت پیچیدہ نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ ان کے بقول اگر ان نظاموں کو خراب کیا جائے تو انھیں کسی بھی وارننگ کے بغیر نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس مقالے میں ان مسائل کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے تجاویز پیش کی گئی ہیں کہ موسمیاتی تبدیلی کی طرز پر مجموعی انسانی رویوں پر سائنس کے تمام شعبوں میں فوری طور پر تحقیق شروع ہونی چاہیے۔ ان ریسرچز کو استعمال کر کے ایسی پالیسیاں بنانے کی ضرورت ہے جن کی مدد سے سوشل نیٹ ورکس کے استعمال اور معلومات کی فراہمی سے متعلق ضابطے مقرر ہونے چاہئیں۔

دنیا میں دو ارب ۹۰ کروڑ افراد انٹرنیٹ سے محروم

اقوامِ متحدہ کی ایجنسی انٹرنیشنل ٹیلی کمیونی کیشن یونین (آئی ٹی یو) نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ دنیا بھر میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد کی تعداد میں اگرچہ اضافہ ہوا ہے لیکن اب بھی دنیا میں دو ارب نوے کروڑ افراد انٹرنیٹ استعمال نہیں کرتے۔ رپورٹ کے مطابق ایک اندازے کے مطابق سال ۲۰۱۹ء میں دنیا بھر میں چار ارب دس کروڑ افراد کو انٹرنیٹ کی سہولت میسر تھی جو ۲۰۲۱ء میں بڑھ کر چار ارب ۹۰ کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ آئی ٹی یو کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ خوش آئند امر ہے البتہ اب بھی انٹرنیٹ استعمال کرنے کی سہولت غیر مساوی ہے۔ رپورٹ کے مطابق جن دو ارب ۹۰ کروڑ افراد کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں ہے، ان میں سے ۹۶ فیصد کا تعلق ترقی پذیر ممالک سے ہے۔ اس کے علاوہ اب بھی جو لوگ انٹرنیٹ استعمال کر رہے ہیں، ان میں سے کروڑوں افراد کبھی کبھار ہی انٹرنیٹ استعمال کر پاتے ہیں۔ آئی ٹی یو کے سیکریٹری جنرل نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگرچہ دنیا کی دو تہائی آبادی آن لائن ہے لیکن اب بھی سب تک انٹرنیٹ پہنچانے کے لیے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایجنسی سب کے ساتھ مل کر پوری کوشش کرے گی کہ انٹرنیٹ سے ان افراد کو جوڑنے کے لیے سہولیات میسر ہوں تاکہ کوئی بھی پیچھے نہ رہ سکے۔ ایجنسی نے اپنی رپورٹ فیکٹس اینڈ فیگرز کے ۲۰۲۱ء کے ایڈیشن میں انکشاف کیا ہے کہ عالمی وبا کے پہلے سال کے دوران عالمی سطح پر انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے جو ایک دہائی میں اب تک کا سب سے زیادہ اضافہ ہے۔

رپورٹ کے مطابق انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد میں ۲۰۱۹ء کے بعد سے زیادہ اضافہ ترقی پذیر اور غریب ممالک میں ہوا۔ ترقی پذیر ممالک میں یہ اضافہ تیرہ فیصد جبکہ اقوامِ متحدہ کی جانب سے ۴۶ کم ترین ترقی یافتہ ممالک میں یہ اضافہ بیس فیصد مرد جبکہ ۵۷ فیصد خواتین انٹرنیٹ استعمال کرتی ہیں۔ جبکہ شہروں میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد ۷۶ فیصد اور دیہات میں یہ تعداد ۳۹ فیصد ہے۔

مذکورہ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ ۱۵ سے ۲۴ برس کی عمر کے ۷۱ فیصد نوجوان انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام خطوں میں نوجوان دوسری عمر کے افراد سے زیادہ انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں۔ آئی ٹی یو نے رپورٹ میں نشاندہی کی کہ جہاں دنیا بھر میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد میں سے ۹۵ فیصد کے پاس کہنے کو تھری جی اور فور جی کی سہولیات ہیں لیکن اربوں افراد درست طریقے سے انٹرنیٹ سے کنیکٹ نہیں ہو پاتے۔ رپورٹ میں ترقی پذیر ممالک میں انٹرنیٹ کے مہنگے ہونے کی بھی نشاندہی کی گئی جبکہ انٹرنیٹ کی سہولیات کو استعمال کرنے کی عدم تربیت کو بھی اتنی بڑی تعداد کے انٹرنیٹ سے محروم ہونے کی وجہ قرار دیا گیا۔

اترپردیش ہی نہیں راجستھان کو بھی روزگار چاہیے

چھتیس گڑھ کی لڑکیاں بھی چاہتی ہیں اسکوٹی، آپ پل پر پہنچنے سے پہلے پل پار نہیں کرسکتے

بھارتیہ کمیونسٹ پارٹی کے قومی سیکریٹری اتُل انجان کا انٹرویو

کمیونسٹ پارٹی قومی سطح پر بی جے پی کے خلاف کانگریس اور ترنمول کانگریس میں سے کسی کو بھی بہت بھروسے کے ساتھ نہیں دیکھ رہی ہے۔ وہ نہ تو ممتا بنرجی سے اپنے کو مطمئن پارہے ہیں اور نہ ہی کانگریس سے انھیں سکون مل رہا ہے۔ اس کے ساتھ آئندہ پانچ صوبوں کے انتخابات میں اپنے لیے میدان ہموار کرنے کی فکر بھی انھیں پریشان کیے ہوئے ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان ریاستوں میں ان کے ذریعہ کوئی بڑی تبدیلی ہونے والی نہیں ہے لیکن ان صوبوں کے نتیجوں کے ذریعہ ۲۰۲۴ء کے لیے ملک کی سیاست کے لیے منصوبے ضرور تیار کیے جائیں گے۔ بھارتیہ کمیونسٹ پارٹی کے قومی سیکریٹری اتل انجان سے بات کرکے ان کی پارٹی کا نظریہ سامنے آیا ہے۔ بات چیت کے خاص حصے۔

س: اس طرح کی خبریں پڑھنے کو مل رہی ہیں کہ پانچ ریاستوں کے انتخابات میں کمیونسٹ پارٹی بھی ہاتھ دِکھانے کی تیاری میں ہے؟

ج: سیاسی پارٹی ہونے کے سبب ہمیں اختیار ہے کسی بھی صوبے میں انتخاب لڑنے کا۔ جن پانچ ریاستوں کے انتخابات ہونے ہیں ان اسمبلیوں میں ہماری نمائندگی نہیں ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے ان یاستوں میں عوام کے ضروری سوالوں پر اپنی لڑائی بند کردی ہے۔

س: اکیلے انتخابات لڑنے کا ارادہ ہے یا پھر ریاستوں میں جو غیر بی جے پی اتحاد بن رہا ہے، اس میں شامل ہوں گے؟

ج: یہ صحیح ہے کہ بی جے پی ہمیں منظور نہیں لیکن بی جے پی کو شکست دینے کے لیے ان پارٹیوں کو بھی قبول نہیں کرسکتے جن کے ساتھ کوئی نظریاتی یکسانیت نہیں ہے۔ پہلی کوشش تو یہ ہے کہ یکساں نظریات والی پارٹیوں کے ساتھ بات کی جائے۔ اگر بات بن جاتی ہے تو مل کر لڑیں گے ورنہ اکیلے لڑیں گے۔

س: جن پانچ ریاستوں میں انتخابات ہورہے ہیں، ان میں اپ اپنی سیاسی صورتحال کا کس طرح اندازہ لگاتے ہیں۔

ج: پہلے بہار کے لیے بھی یہ کہا جاتا تھا کہ کمیونسٹوں کی وہاں کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ ختم ہوگئے ہیں لیکن جب بی جے پی کو شکست دینے کے لیے عظیم اتحاد کی ضرورت پیش آئی تو سبھی کو کمیونسٹ یاد آنے لگے۔ کمیونسٹوں کے ذریعہ عظیم اتحاد کو کتنا فائدہ ہوا یہ بہار میں عظیم اتحاد میں شامل پارٹیوں کے لیڈروں سے معلوم کیجیے۔

س: قومی سطح پر نریندر مودی کے خلاف دو گروپ بن رہے ہیں۔ ایک سونیا گاندھی کی قیادت میں اور دوسرا ممتا بنرجی کی قیادت میں، آپ لوگ کس کے ساتھ رہنا چاہیں گے؟

ج: پچھلے ساڑھے سات سال کے دوران چہرے کی سیاست سے ملک کا بہت نقصان ہوا ہے۔ اب ہمیں چہرے کی سیاست نہیں چاہیے۔ ہمیں پالیسیوں کی سیاست چاہیے۔

س: تو کس کی پالیسیاں بہتر ہیں، ممتا کی یا سونیا گاندھی کی؟

ج: ان دونوں کی ہی پالیسیاں واضح نہیں ہیں۔ کانگریس آج یوپی میں روزگار کی مانگ کررہی ہے تو یہ مطالبہ راجستھان کے لیے کیوں نہیں کررہی ہے؟ کیا راجستھان میں روزگار کی کوئی ضرورت نہیں ہے یا وہاں روزگار کا مطالبہ کرکے وہاں کی حکومت کو پریشان کرنا نہیں چاہتی؟ اگر یوپی میں چالیس فیصد خواتین کو ٹکٹ دیا جاسکتا ہے تو پنجاب میں کیوں نہیں دیا جاسکتا؟ کیا وہاں خواتین کے طاقتور ہونے کی کوئی ضرورت نہیں؟ اگر یوپی کی لڑکیوں کو اسکوٹی دینے کا وعدہ ہوسکتا ہے تو چھتیس گڑھ میں اسکوٹی کیوں نہیں دی جاسکتی؟ وہاں تو ان کی اپنی حکومت ہے۔ رہی بات ممتا کی تو وہ بتائیں کہ گیارہ سال سے وزیراعلیٰ ہیں، ان کی کیا پالیسیاں ہیں؟ صرف دہلی آکر میڈیا میں اپنے لیے جگہ بنالینا کافی نہیں ہے۔ اسے کسی سیاسی پارٹی کی پالیسی نہیں کہا جاسکتا۔

س: ۲۰۲۴ء کے انتخابات میں آپ کس کے ساتھ جائیں گے؟

ج: ایک انگریزی کی کہاوت ہے جس کا ہندی ترجمہ یہ ہے کہ آپ پل تب پار کرتے ہیں جب آپ پل پر پہنچتے ہیں۔ ان پانچ ریاستوں کے انتخابات ہوجانے دیجیے۔ نتیجوں کے ذریعہ ملک کی سیاست میں نئے تال میل بنتے دِکھائی دیں گے۔ ۲۰۲۴ء تو بہت دور ہے، آپ کو ملک کی سیاست میں بہت سی تبدیلیاں ۲۰۲۲ء سے ہی دیکھنے کو مل جائیں گی۔

س: ویسے آپ لوگوں نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ ہندی بیلٹ سے آپ لوگ ختم کیوں ہوگئے ہیں؟

ج: ہم لوگوں کو معلوم ہے۔ منڈل، کمنڈل اور مندر مسجد کی لڑائی نے ہمارا بہت نقصان کیا۔ ہم نہ تو مندر کی حمایت میں کھڑے ہوسکتے تھے اور نہ ہی مسجد کے، ہم دستورِ ہند کے ساتھ کھڑے رہے۔ آج بھی اسی طرف ہیں اور آگے بھی رہیں گے۔

س: ہندی بولی جانے والی ریاستوں کی سیاست تو وہیں کی وہیں کھڑی ہے؟

ج: میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں مندر اور مسجد کے معاملہ پر لڑا جانے والا یہ آخری انتخاب ہوگا۔ مذہب کا جنون ختم ہوگا۔ بے روزگاری کی مار کب تک لوگ جھیلیں گے؟ وہ سرکاروں سے سوالات پوچھنا شروع کریں گے کہ ہمارے لیے روزگار کہاں ہے۔ ہمارے لیے اسپتال کہاں ہے۔ ہمارے لیے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں کہاں ہیں؟

س: ویسے پانچ ریاستوں کی کیا انتخابی جھلک آپ لوگ دیکھ رہے ہیں؟

ج: پانچ ریاستوں کی انتخابی جھلک دیکھنے کے بجائے ہم ان راستوں کے رائے دہندگان سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ملک کا منظر ملاحظہ کیجیے۔ ملک کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ اگر وقت رہتے نہیں سمجھے تو ملک کو بڑی قیمت ادا کرنی پڑ جائے گی۔ ❏❏

لکھیم پور کھیری کیس: ایس آئی ٹی نے داخل کی ۵۰۰۰ صفحات کی چارج شیٹ، آشیش مشرا اہم ملزم

اکتوبر ۲۰۲۱ء کے لکھیم پور کھیری تشدد معاملے کی جانچ کررہی ایس آئی ٹی نے تقریباً ۵۰۰۰ صفحات پر مبنی چارج شیٹ داخل کی ہے، اس معاملے میں مرکزی وزیر مملکت برائے داخلہ اجے مشرا کے بیٹے آشیش مشرا کو اہم ملزم بنایا گیا ہے۔ انھیں اس معاملے میں پہلے ہی گرفتار کیا جاچکا ہے۔ اس کے علاوہ لکھیم پور کھیری تشدد معاملے میں ملزمین کی تعداد بڑھ کر ۱۴ ہوگئی ہے، کیونکہ مزید ایک نام جوڑا گیا ہے۔ وکیل استغاثہ نے کہا کہ ''مزید ایک شخص ویریندر شکلا کا نام فرد جرم میں جوڑا گیا ہے۔ اس پر تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۰۱ کے تحت الزام لگایا گیا ہے۔ لکھیم پور کھیری تشدد واقعہ میں مجموعی طور پر آٹھ لوگ ہلاک ہوگئے تھے۔ مہلوکین میں چار کسان، ایک صحافی، دو بی جے پی کارکن اور ایک ڈرائیور شامل ہیں۔ اس معاملے میں آشیش مشرا اور سابق مرکزی وزیر اکھلیش داس کے بھتیجے انکت داس سمیت کل تیرہ لوگ ملزم ہیں۔ تینوں ایس یو وی کے ڈرائیور اور مشرا کے علاوہ داس کے معاونین سمیت سبھی تیرہ ملزمین گرفتار ہیں اور فی الحال لکھیم پور کھیری جیل میں بند ہیں۔ الٰہ آباد ہائی کورٹ نے آشیش مشرا کی ضمانت عرضی پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں سنایا ہے۔ دیگر ملزمین کی ضمانت عرضیاں لکھیم پور کھیری کی ایک مقامی عدالت میں زیر التوا ہیں۔ ایس آئی ٹی نے عدالت کو سونپی گئی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ چار کسان اور ایک صحافی منصوبہ بند سازش کے تحت تشدد میں مارے گئے۔

ہوا کے دوش پر

جنوبی کوریا کی سابق صدر کی ۲۲ سال قید کی سزا معاف

بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے الزام میں ۲۲ سال قید کی سزا کاٹ رہی جنوبی کوریا کی سابق صدر پارک گیون ہائی کو اب خصوصی معافی دی جائے گی۔ وزارتِ انصاف نے بتایا کہ پارک گیون ہائی کو ان لوگوں کی فہرست میں شامل کیا گیا جنھیں نئے سال میں عام معافی دی جائے گی۔ وزارت نے ایک بیان میں بتایا کہ حکومت نے ۲۴ر دسمبر کو کہا کہ سابق صدر پارک گیون ہائی سمیت ۳۰۹۴ر افراد کو ۲۰۲۲ء کے موقع پر عام معافی دی جائے گی۔ رپورٹ میں بتایا کہ محترمہ پارک کو ۲۰۲۱ء میں کندھے اور کمر میں درد کی وجہ سے تین بار ہسپتال میں داخل کرایا گیا تھا اور معافی کی فہرست میں شامل کیے جانے کو ان کی خراب صحت کی وجہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ محترمہ پارک کو ۲۰۱۷ء میں اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔ ان پر سیاسی گھپلے کا الزام تھا۔ اس مقدمے میں ان کے دوست کوٹی سون سل بھی شامل تھے جن پر سابق صدر کے فیصلوں پر اثر انداز ہوکر جنوبی کوریا کی سیاست میں مداخلت کا الزام تھا۔ یہی نہیں محترمہ پارک پر ۲۰۱۳ - ۲۰۱۶ء تک نیشنل انٹیلجنس سروس کے تین سابق سربراہان سے ۳۵۰ کروڑ روپے بطور رشوت لینے کا بھی الزام تھا۔ انھیں ۲۰۱۸ء میں ۲۲ سال قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

ویتنامی خواتین کے جسم سے پھولوں کی خوشبو آنے لگی

ویتنام کی دو خواتین کی جانب سے دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان کے جسم سے مبینہ طور پر خوشبو آنے لگی ہے۔ غیرملکی میڈیا کی رپورٹ کے مطابق ان خواتین کا کہنا ہے کہ ان کے جسم سے قدرتی پھولوں کی خوشبو آتی ہے۔ ڈینگ بھی تھوئی نامی ایک درزن نے اس غیرمعمولی پاور کے بارے میں اپنی کہانی بتاتے ہوئے کہا کہ ایک دن وہ پورا دن کام کرکے تھک گئی تھی تو اس موقع پر جب وہ اپنے ہاتھ پیروں کو رگڑ رہی تھیں تو عین اسی وقت انھیں کمرے میں خوشبو محسوس ہوئی اور جلد ہی احساس ہوگیا کہ وہ ان کے ہاتھ پاؤں رگڑنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اس خاتون کے بیان کے بعد ایک اور خاتون کا بیان سامنے آگیا جس میں ڈینگ نامی خاتون نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے جسم کو رگڑنے سے ایسی ہی خوشبو آتی ہے جیسی کہ ڈینگ کے جسم سے آتی ہے۔ ان خواتین کے بیان کو پذیرائی مل رہی ہیں لیکن یہ دونوں اب تک یہ نہیں بتاپائیں کہ ایسا کیوں ہورہا ہے۔

۸۷ سالہ معمر شخص کی پوتی کے ہمراہ گریجویشن مکمل

امریکہ میں ۸۷ سالہ معمر شخص نے اپنی پوتی کے ساتھ گریجویشن کی ڈگری مکمل کرلی۔ امریکی کالج نے اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر ایک پوسٹ شیئر کی ہے جس میں ادارے نے اپنے کالج سے ایک ۸۷ سالہ شخص کی گریجویشن کی تکمیل سے متعلق بتاتے ہوئے ان کی پوتی کے ہمراہ تصویر شیئر کی ہے۔ کالج نے اپنی پوسٹ میں کہا کہ ہمارے ادارے میں ایک بہت ہی خاص بات یہ ہوئی ہے کہ ایک شخص نے اپنی پوتی کے ہمراہ گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ ۸۷ سالہ شخص نے بی اے اکنامکس کی ڈگری حاصل کی ہے جبکہ ان کی پوتی نے اپنا بی اے ابلاغ عامہ مکمل کیا ہے۔ امریکی کالج نے اپنی پوسٹ میں دادا اور پوتی کی تصاویر بھی شیئر کی ہے۔

گاڑیوں کو چوروں کی توڑ پھوڑ سے بچانے کا نیا طریقہ سامنے آگیا

امریکی ریاست کیلیفورنیا کے شہر سان فرانسسکو میں گاڑیوں کے شیشوں کی توڑ پھوڑ اور چوری سے بچانے کے لیے منفرد طریقہ اختیار کرلیا ہے۔ یہاں لوگ اپنی گاڑی پارکنگ ایریا میں کھڑی کرتے وقت نہ صرف اسے لاگ نہیں کرتے بلکہ اس کی ڈگی یا ٹرنک بھی کھلی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ بڑی عجیب بات ہے لیکن وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ چور اچکوں کو معلوم ہو کہ گاڑی میں چوری کرنے کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو وہ لینے آئے ہیں۔ لہٰذا گاڑی کے شیشے یا دروازے نہ توڑے جائیں۔ واضح رہے کہ سان فرانسسکو اور آکلینڈ میں حالیہ مہینوں کے دوران گاڑیوں کے شیشے یا دروازے کے لاک توڑنے کے کافی کیس سامنے آئے ہیں۔ مقامی نیوز اسٹیشن کے مطابق اب لوگ جب کسی کام سے گاڑی پارک کرکے جاتے ہیں تو اپنی گاڑیوں کو کھلی رکھ کر ہر قیمتی چیز ساتھ لے جاتے ہیں جس کی وجہ سے چور پارک کی گئی گاڑیوں کے شیشے نہیں توڑتے۔

کورونا فنڈ میں سو ارب ڈالر سے زائد دھوکہ دھی کا انکشاف: روئے ڈوستن

امریکی وفاقی ادارے سیکرٹ سروس نے انکشاف کیا ہے کہ کورونا وائرس کے نتیجے میں متاثرہ کاروبار اور شہریوں کی مدد کے لیے قائم شدہ فنڈ میں سے کم از کم سو ارب ڈالر چرا لیے گئے ہیں۔ امریکی ادارے کے ایک عہدیدار روئے ڈوستن نے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ سیکرٹ سروس نے وزارتِ لیبر اور چھوٹے کاروباروں کے ذمہ دار ادارے کی جانب سے فراہم کردہ معلومات پر اس فراڈ کا اندازہ لگایا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس میں وزارتِ انصاف کی جانب سے نمٹائے جانے والے فراڈ کے کیسوں کو شامل نہیں کیا گیا۔ ڈوستن کا کہنا تھا کہ یہ چوری شدہ رقم کل امدادی فنڈ کا تین فیصد بنتا ہے مگر اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کرپشن اور چوری کے عادی افراد کے لیے یہ فنڈ کتنا دلکش ہے۔ سیکرٹ سروس کے مطابق اس اندازے میں سب سے بڑا حصہ بیروزگاری کے فراڈ کا ہے۔ امریکی وزارتِ لیبر نے بتایا کہ بے روزگار افراد کے لیے قائم فنڈ سے ۸۷ ارب ڈالر کی خطیر رقم جعل سازوں کو ادا کی گئی ہے۔ امریکی سیکرٹ سروس نے بیروزگاری انشورنس اور قرضوں میں فراڈ کے کیسوں کی پیروی کرتے ہوئے ۱ء۲ ارب ڈالر برآمد کرلیے ہیں جبکہ مجموعی طور پر ۲ء۳ ارب ڈالر کو واگزار کروالیا گیا ہے۔ ادارے نے مزید بتایا کہ کورونا فنڈ میں غبن کے شعبے میں ۹۰۰ تحقیقات جاری ہیں اور اس ضمن میں سو افراد کو حراست میں لے لیا گیا ہے۔ امریکی وزارتِ انصاف نے گزشتہ ہفتے رپورٹ کیا تھا کہ اس نے فراڈ کے ۹۵ معاملہ کی پیروی کے دوران سات کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کی نقد رقم برآمد کی ہے۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ اسلام کا ایک ورق

ہندستان میں اسلام اور مسلمانوں کی آمد ۱

آزادی کے بعد اور خصوصاً چند سالوں سے فرقہ پرست قوت نے ہندوستان سے اسلام اور اس کے پیروکار کی بیخ کرنے میں یہود و نصاریٰ کی پوری پوری نیابت اختیار کررکھی ہے۔ کبھی بابری مسجد کا معاملہ تو کبھی بھاگلپور و گجرات میں مسلم نسل کشی کا ننگا ناچ، اسی طرح کبھی مسلمانوں کی پرسنل لاء میں مداخلت، کبھی دینی مدارس کو دہشت گردی کا مرکز قرار دینا گویا بہروپیا مختلف رنگوں میں۔

''تم جتنا ہی تراشو گے اتنا ہی سوا ہوگا'' کے تحت جب اسلام دشمن کی تشنہ نگاہ سیراب نہ ہوسکی تو اس نے ہماری تاریخ کو مسخ کرنا شروع کردی، اور یہ آج ہی سے نہیں بلکہ بہت پہلے ہی سے اس کی داغ بیل ڈالی جاچکی ہے لیکن ماضی قریب سے اس میں روز بروز شدت بڑھتی ہی جارہی ہے، اور مسلم حکمرانوں خاص طور پر حضرت عالمگیر رحمہ اللہ کی جانب سے لوگوں میں اس قدر پروپیگنڈہ کیا گیا کہ غیر تو غیر اپنے بھی اسی پرفریب سیلاب میں بہہ پڑے، نیز لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال بھی جنم لینے لگا کہ آیا ہندوستان میں مسلمانوں کا ورود باعث رحمت ہے یا زحمت....

متعصب مورخین کی دوغلی پالیسی کے علی الرغم اکثر لوگوں کا زاویۂ فہم اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ مسلم حکمراں نے ہندو پر تشدد نیز ان کے مقامات مقدسہ کی پوری بے حرمتی کی ہے، اور مذہبی آزادی سلب کرلی گئی تھی لیکن انسان لاکھ اپنی آنکھ بند کرکے روشن سورج کو جھٹلائے پھر بھی سورج روشن ہی رہے گا اس کی چمک دمک پر اس نادان کی آنکھ مچولی سے ہرگز تاریکی طاری نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ذیل کے سطور میں انھی واقعات وحقائق پر روشنی ڈالی جائے گی اور اس نقطے کو نکھارا جائے گا کہ ہمارے جتنے بھی دعوے ہیں بغیر دلیل کے نہیں؛ بلکہ مکمل ثبوت کے ساتھ ہیں۔

تحریر: فاروق اعظم عاجز

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے کی حالت کا سرسری جائزہ بھی ناگزیر ہے۔ ہندستان میں اسلام سے پہلے بدھ مذہب کے پیروکار تھے، اور بہت ہی قلت کے ساتھ برہمنی مذہب کا بھی پتہ چلتا ہے لیکن اتنی بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس وقت آرین مذہب کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی بلکہ بدھسٹ اپنی خیرات تقسیم کرتے وقت جہاں دیگر مستحقین لائن میں ہوتے تھے وہاں برہمنوں کی قطار بھی ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود برہمن بدھ مذہب کو ختم کرکے آرین مذہب قائم کرنا چاہتے تھے۔ مورخ اسلام اکبر شاہ خاںؒ کے حوالے سے چین کے مشہور عالم ہیونگ شیانگ نے ہندوستان کی سیاحت میں پندرہ سال (۶۳۰-۶۴۵ء) تک گزارے ہیں، اتنی ہی مدت میں ہندوستان کے چپہ چپہ کی سیر کرلی، اور ہر مقامات پر اپنے ماننے والوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ چنانچہ دوران سفر کئی جگہ ڈاکوؤں کے پنجے میں گرفتاری کا ذکر بھی کرتا ہے، اور ہمیشہ ان لٹیروں کو کافر اور بے دین بتاتا ہے حالانکہ وہ برہمنی مذہب کے پیروکار اور بدھ کے مخالف تھے۔ (آئینہ حقیقت نما، ص ۸۴)

> **ہندوستان میں بدھ مذہب کو راجا اشوک کے زمانے میں کافی ترقی ملی لیکن اس کے بعد اس کے شہنشاہی ٹکڑوں میں منقسم ہوگئی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بدھ کی اصل تعلیمات مسخ ہوگئیں اور عبادت واخلاق کی بنیاد کھوکھلی ہوکر رہ گئی کیونکہ اشوک کے عہد کو نو سو برس اور گوتم بدھ کے زمانے کو تقریباً ۱۲ سو برس ہوچکے تھے۔**

اسلام سے پہلے ہندوستان کی مذہبی حیثیت

ہندوستان میں بدھ مذہب کو راجا اشوک کے زمانے میں کافی ترقی ملی لیکن اس کے بعد اس کے شہنشاہی ٹکڑوں میں منقسم ہوگئی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بدھ کی اصل تعلیمات مسخ ہوگئیں اور عبادت واخلاق کی بنیاد کھوکھلی ہوکر رہ گئی کیونکہ اشوک کے عہد کو نو سو برس اور گوتم بدھ کے زمانے کو تقریباً ۱۲ سو برس ہوچکے تھے، چنانچہ پورا معاشرہ بت پرستی و بدعقیدگی اور شدت پسندی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی زمانے کے احوال کی نقاب کشائی اکبر شاہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں (سندھ) میں عام طور پر بت پرستی رائج تھی، مجرموں کی شناخت کے لیے ان کو جلتی ہوئی آگ میں گذارنے کا عام رواج تھا، اگر آگ میں جل گیا تو مجرم اور بچ گیا تو بے گناہ تھا۔ پھر مزید کچھ آگے فرماتے ہیں کہ جادو کا عام طور پر رواج تھا، غیب کی باتیں اور شگون کی تاثیرات بتانے والوں کی بڑی گرم بازاری تھی، محرمات ابدی کے ساتھ شادیاں کرلینے میں تامل نہ تھا، چنانچہ راجا داہر نے اپنی حقیقی بہن کے ساتھ پنڈتوں کی ایماء سے شادی کی تھی، راہزنی اکثر لوگوں کا پیشہ تھا، ذات باری تعالیٰ کا تصور معدوم ہوکر اعلیٰ وادنیٰ پتھر کی مورتوں اور بتوں کو حاجت روا سمجھتے تھے۔'' (آئینہ حقیقت نما، ص ۱۷۴-۱۷۵)

اسی دور کا تذکرہ کرتے ہوئے علی میاں ندویؒ منوشاستر کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس وقت عام طور پر ہندو مذہب نت نئے دیوتاؤں یہاں تک کہ آلۂ تناسل تک کا پوجا جانا بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا (اور آج بھی یہ طریقہ ہندوؤں میں رائج ہے) طبقہ واریت بے انتہا تھی یہاں تک کہ ایک قوم شودر نامی ہے جس کے متعلق منوشاستر، ص:۶ پر ہے: ''اگر کوئی شودر کسی برہمن کو ہاتھ لگائے یا گالی دے تو اس کی زبان تالو سے کھینچ لی جائے، اگر اس کا دعویٰ کرے کہ اس (کسی برہمن) کو وہ تعلیم دے سکتا ہے تو کھولتا ہوا تیل اس کو پلایا جائے، کتے، بلی، مینڈک، چھپکلی، کوے، الو اور شودر کے مارنے کا کفارہ برابر ہے۔'' یعنی اگر برہمن کا کوئی شخص دوسری ذات والے کو قتل کردے تو فقط اس کی اتنی سی سزا کہ اس کا سر منڈوا دیا جائے اور اس کے برعکس دوسری قوم کے لوگ برہمن کے سامنے لب کشائی بھی کریں تو ان کی جان کے لالے پڑجائیں۔ یہ تھی ہندی مذہب کی ادنیٰ جھلک۔ (جاری)

تربیت کا انوکھا انداز

حضرت قاری صاحبؒ طلباء کی تربیت کے سلسلہ میں ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، طلباء عزیز کو لغو باتوں اور منکر کاموں سے سختی کے ساتھ شفقت کے انداز میں منع فرماتے رہتے تھے۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ جب جامعہ میں قیام رہتا، تو عشاء کی نماز کے بعد اجتماعی طور سے طلباء سے نماز کی عملی مشق کراتے۔ مثلاً: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے، پھر اصلاح احوال کے لئے اخیر میں 'تنبیہ الغافلین' کتاب پڑھ کر سمجھاتے۔ وقتاً فوقتاً اپنی طالب علمی کے حیرت انگیز واقعات اور اکابر کے مجاہدانہ کردار کو بیان فرماتے ہوئے طلباء کو عمل کے لئے ابھارتے تھے۔ کبھی کبھی ارشاد فرماتے کہ بھائی جن کا وضو ہو، وہ چار رکعت تہجد پڑھ کر کمرہ جائیں، میرے بھائی ابھی سے تہجد کی عادت ڈالو، پھر اخیر شب میں اٹھنا آسان ہوجائے گا۔ تہجد کی لذت وقدر محسوس ہوگی، یہی وہ گراں قدر انمول نصیحتیں تھیں، جن کو حاصل کرنے کے لئے سینکڑوں طلباء اس غیر آباد وادی میں اپنا قیام فخر محسوس کرتے تھے۔ (پیغام محمود، ص ۳۴۳)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۲۹)

ایوان نمائندگان کے اختیارات اور فرائض: سینیٹ کے مقابلے میں ایوان اتنا زیادہ با اختیار نہیں۔ قانون بنانے میں اسے ضرور سینیٹ کے برابر اختیارات حاصل نہیں لیکن سینیٹ کی منظوری کے بغیر وہ کوئی بل پاس نہیں کرسکتا۔ مالی بل میں بھی سینیٹ ہر قسم کی ترمیم کرسکتی ہے یعنی مالی معاملات میں ایوان کو کسی طرح کی فوقیت حاصل نہیں۔ اس طرح سے ایوان سینیٹ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ دونوں ایوانوں کے اختلاف کو دور کرنے کے لیے ایک کانفرنس کمیٹی مقرر کی جاتی ہے جس میں دونوں ایوانوں کے ممبر مساوی تعداد میں ہوتے ہیں اور یہ کمیٹی اس اختلاف کو طے کرتی ہے۔ بالعموم اس میں سینیٹ ہی کو کامیابی ہوتی ہے۔ ایوان کو سینیٹ کی طرح کسی قسم کے انتظامی (Executive) اختیارات حاصل نہیں اس لیے وہ عاملہ یا صدر کو کنٹرول نہیں کرسکتا۔ اسے عدالتی اختیارات صرف اس قدر حاصل ہیں کہ وہ صدر یا دوسرے وفاقی (Federal) حکام کے خلاف مقدمہ چلانے کے سلسلے میں الزام لگاتا ہے اور اس مقدمے کی سماعت سینیٹ کرتی ہے۔

ریاستہائے متحدہ کی صدارت کے الیکشن کا یہ اس وقت فیصلہ کرتا ہے جب کسی بھی امیدوار کو مطلق اکثریت (Absolute Majority) حاصل نہ ہو۔ ایسی صورت میں وہ سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے دو تین امیدواروں میں سے ایک کا انتخاب کرتا ہے۔ اسے بھی دستور میں ترمیم کی تجویز پیش کرسکنے کا حق حاصل ہے لیکن بحیثیت مجموعی یہ ایک بہت ہی کمزور قسم کی جماعت ہے اس لیے کہ سینیٹ کو مالی امور میں بھی اس کے برابر اور مساوی اختیارات حاصل ہیں۔ حالانکہ دوسرے جمہوری ملکوں میں مالی امور تمام تر ایوانِ زیریں (Lower House) کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ پھر چونکہ امریکن سینیٹ کو امریکن ووٹر براہِ راست منتخب کرتے ہیں اس لیے اسے ایوان کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے ملکوں میں ایوانِ بالا کا انتخاب بالواسطہ (Indirect) ہوتا ہے اور انھیں جمہور کی براہِ راست نمائندگی کی قوت حاصل نہیں ہوتی اس لیے ان ملکوں میں ایوانِ زیریں کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

چونکہ امریکن طرزِ حکومت میں انتظامیہ مقننہ کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار نہیں اس لیے ایوان کو اتنی زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے کہ جیسی پارلیمنٹری جمہوری ملکوں میں ایوانِ زیریں کو حاصل ہوتی ہے۔ تقرریوں اور صلح ناموں یا عہد ناموں کے لیے ایوان کی منظوری کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس ایوان کے کمزور اور بے اثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی میعاد ممبری صرف دو سال کی ہے جو بہت ہی کم ہے۔ اس وجہ سے اور بھی زیادہ اچھے اور قابل لوگ اس ایوان میں آنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ وہ سینیٹ کا ممبر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ایوانِ نمائندگان بہت ہی کمزور اور بے اثر مجلس قانون سازیہ ہے اور اس کے اختیارات بالکل برائے نام ہیں۔

گاھے گاھے باز خواں...... — ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۱۷؍تا۲۳؍مارچ ۲۰۰۶ء

احتجاج بداخلاقی نہیں ہے!

یکم مارچ ۲۰۰۶ء کو جمعیۃ علماء ہند کے مرحوم صدر محترم اور ملّی رہنما امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے اور اظہارِ تعزیت کے لیے رام لیلا میدان میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا تھا جس میں اطرافِ ملک سے لاکھوں کی تعداد میں علماء، سیاسی وسماجی کارکنوں اور فدایانِ امیر الہندؒ نے شرکت کی تھی جس سے ظاہر ہے راجدھانی کا ٹریفک نظام متاثر ہونا ایک فطری بات تھی، اس پر روزنامہ قومی آواز نے ایک اداریہ تحریر کرتے ہوئے ٹریفک کے نظام کے تعطل کو بہانہ بنایا تھا۔ گھما پھرا کر جس کا اصل مقصد جمعیۃ علماء ہند پر نکتہ چینی کرنا تھا۔ اس اداریہ کے جواب میں ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے بھی ایک اداریہ سپردِ قلم کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

دُنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صیہونی طاقتیں جو دہشت گردانہ رویّہ اختیار کیے ہوئے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کوئی دن اور تاریخ شاید ایسی نہیں گزرتی جب شدّت پسندی کے کسی واقعہ کو مسلمانوں اور اسلام سے جوڑ کر دِکھانے کی کوشش نہ کی جاتی ہو۔ ہندستان میں یہ خدمت آر ایس ایس اور اس کے کچھ پالتو نمک خوار انجام دے رہے ہیں، جو خود کو سیکولرزم کے لبادے میں چھپائے ہوئے ہیں۔ ان پالتو خدمت گزاروں کا مقصد بھی یہی ہے کہ الفاظ کی جادوگری دِکھا کر ملک کے عوام کو مسلمانوں سے بدظن کردیا جائے۔ ان کی قیادت کو متہم کرکے مسلمانوں کا اعتماد ان سے ختم کردیا جائے اور اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے منفی خبریں مشتہر کرکے ان کے تاریک پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے۔ ابھی حال ہی میں یکم مارچ ۲۰۰۶ء کو راجدھانی دہلی کے معروف اور وسیع وعریض رام لیلا میدان میں ملک کی سب سے موقر اور نمائندہ مسلم تنظیم جمعیۃ علماء ہند نے توہین رسالت کے مرتکب ڈنمارک کے کارٹونسٹ اور انسانیت کے قاتل امریکی صدر جارج بش کے دورۂ ہند کے خلاف نیز قائد جمعیۃ علماء ہند امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال پر انھیں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا تھا جس میں راجدھانی دہلی کے عوام کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں دوسرے صوبوں سے آکر لوگوں نے شرکت کی تھی اور اس طرح یہ جلسہ پوری طرح کامیاب رہا تھا۔ یہ راجدھانی کی تاریخ کا ایک زبردست اجلاس تھا جس نے صیہونی اور اسلام دشمن طاقتوں کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے اور اب بوکھلاہٹ کے عالم میں نہ جانے وہ کیا کیا بک رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں روزنامہ ''قومی آواز'' کے مدیر محترم کا رویہ کافی حد تک افسوسناک کہا جاسکتا ہے۔

۳؍مارچ ۲۰۰۶ء کے ''قومی آواز'' میں معاصر محترم نے ایک اداریہ سپردِ قلم فرمایا ہے جس کا عنوان ''احتجاج بداخلاقی نہیں ہے'' ہے۔ معاصر محترم نے اپنی اس تحریر میں امریکی صدر کے دورۂ ہند کے خلاف بائیں بازو، سماج وادی پارٹی اور جمعیۃ علماء ہند کو قومی وملکی مفادات کے نام پر ہدف ملامت بنانے کی کوشش کی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ضمن میں انھوں نے ان تنظیموں پر آزادی اور حقوق کے ناجائز استعمال تک کا الزام لگا ڈالا ہے۔

معاصر موصوف نے بائیں بازو اور سماجوادی پارٹی کا ذکر تو صرف برسبیل تذکرہ کیا ہے۔ ان کا اصل نشانہ جمعیۃ علماء ہند، اس کی قیادت اور اس کے زیر اہتمام کامیاب جلسۂ عام ہی ہے۔ اُنھوں نے الزام لگایا ہے کہ ''یکم مارچ کو جمعیۃ علماء ہند کے ہزاروں کارکنوں اور مدرسوں کے طلباء نے دلّی شہر کو کئی گھنٹے تک یرغمال بنائے رکھا۔ ٹریفک نظام درہم برہم ہوگیا، سڑکوں پر نراج جیسے حالات نے عام شہریوں پر قہر توڑ دیا۔'' ہمیں نہیں معلوم کہ معاصر محترم نے جمعیۃ علماء ہند اور اس کے جلسہ میں آنے والوں کے خلاف یہ فرد جرم کن جذبات کا شکار ہوکر مرتب کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دہلی کے باہر سے آنے والے لوگوں کی لاکھوں کی بھیڑ اتنے نظم وضبط کے ساتھ راجدھانی میں داخل ہوئی اور رام لیلا میدان تک پہنچی کہ ان کی آمد کے دوران محض ان کی وجہ سے کسی ایک جگہ بھی جام کی کوئی شکایت نہیں سنی گئی جبکہ جام راجدھانی دہلی کی زندگی کا معمول بن چکا ہے۔ جہاں تک جارج بش کی آمد کے خلاف احتجاج کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ زرد صحافت کے علمبردار اس معاصر کو تو یہ بے ہنگم ہی نظر آئے گا جبکہ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ مہاتما گاندھی کی عدم تشدد کی اس سرزمین پر جارج بش جیسے انسانیت کے قاتلوں کی آمد پورے ملک کی پیشانی پر ایک بدنما داغ سے کم نہیں ہے۔ معاصر محترم نے جارج بش کے دورہ کو قومی وملکی مفادات کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ یہ معاصر محترم کی مجبوری بھی ہے اور ضرورت بھی اس لیے کہ یہ بزرگ معاصر ایک چوتھائی صدی سے اُردو کے نام پر جن حکمرانوں کے خزانہ سے پرورش پارہے ہیں انھیں ان کا حقِ نمک ادا کرنا لازمی ہے۔ اس حقیقت سے کون واقف نہیں ہے کہ امریکہ جتنا دوسروں کو دیتا ہے، دوسرے راستوں سے اس سے کہیں زیادہ وصول کرلیتا ہے۔ ہندستان کو مختلف عنوانات سے امریکہ سے جو حاصل ہوگا امریکہ پردے کے پیچھے ہندستان کی قسمت پر کونسی مہر لگائے گا یہ ذرا ان سے پوچھئے جو امریکہ کے دسترخوان پر اپنی زندگی گزارنے کے عادی بن چکے ہیں۔

''قومی آواز'' کے مدیر محترم کو حق ہے کہ وہ اسلام دشمن توہین رسالت کے مجرموں اور انسانیت کے قاتلوں کی مدح سرائی میں اپنی پوری طاقت صرف کردیں مگر انھیں یہ کوئی حق نہیں کہ وہ بیس کروڑ ہندستانی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم جمعیۃ علماء ہند پر غلط اور ناشائستہ الزامات لگانے لگیں۔ جمعیۃ علماء ہند ایک جمہوری تنظیم ہے جہاں ہر فیصلہ اتفاق رائے یا پھر کثرتِ رائے کی بنیاد پر ہوتا ہے اور اگر کسی ایک خاندان کے کچھ افراد جمہوری طریقہ سے تنظیم چلانے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اس میں آخر حرج بھی کیا ہے اور اگر یہ کوئی جرم ہے تو ہم معاصر محترم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس پارٹی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس کے خزانۂ عامرہ پر آپ پرورش پارہے ہیں اور جس میں آج سے نہیں پورے ساٹھ سال سے ایک ہی خاندان کی حکمرانی ہے۔ معاصر موصوف ہندستان کے عوام کی فکر نہ فرمائیں، وہ جمعیۃ علماء ہند کو بھی بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو قومی وملکی مفادات کے نام پر ملک کو امریکہ کے ہاتھوں فروخت کردینا چاہتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ کل تک جن لوگوں کے دامن پر ملک وقوم کے مفادات سے کھیلنے کا داغ لگا ہوا تھا وہ آج جمعیۃ علماء ہند جیسی قوم پرور سیکولر اور جمہوری تنظیم پر ملک کے وقار کو نقصان پہچانے کا الزام لگا رہے ہیں۔

'قومی آواز' کا اجراء پنڈت جواہر لال نہرو نے جن مقاصد کے لیے کیا تھا ان میں فرقہ وارانہ اتحاد، سیکولرزم کی اشاعت اور احترامِ انسانیت جیسے اہم مقاصد شامل تھے۔ ایک طویل (باقی صفحہ ۱۴ پر)

صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں (۱)

تحریر: مولانا سیّد آصف ملّی ندوی

اس عاجز نے رب کریم کی توفیق سے مختلف موضوعات پر متعدد تحریریں حوالہ قرطاس کی ہے، ہر وقت جب کسی عنوان پر کچھ لکھنا ہوتا ہے تو اس عنوان سے متعلق مواد کی تلاش ومطالعہ اور پھر اس کی روشنی میں اپنے افکار وتاثرات کو حوالہ قرطاس کرنے میں کچھ زیادہ دقّت پیش نہیں آتی، لیکن اس مرتبہ جب میں رب کریم کی توفیق سے اپنے آقا رسالت مآبؐ کی ذاتِ اقدس کے حوالہ سے ایک خاص عنوان پر مضمون لکھ کر اپنا نصیبہ بیدار کرنے اور اپنی آخرت کا سامان کرنے کی مبارک کوشش کرنے لگا ہوں تو ایک عجب سی نشاط انگیز و روح پرور کیفیت میں شرابور ہوا جاتا ہوں، دل و دماغ کی سلوٹوں پر مضامین کا ورود تو ہے لیکن قلم ہے کہ چلنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے، ہر چند کہ میں اسے مہمیز دیئے جاتا ہوں لیکن وہ ہے کہ سہم سہم جاتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس چوبِ خشک کو بھی میری ہی طرح اپنی تنگ دامانی و بے سروسامانی کے احساس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی بخوبی اندازہ ہے کہ بارگاہِ رسالت مآبؐ مقامِ ادب ہے اور اس کا احترام ہمارے ایمان کا خاصہ ہے، محبت کے اظہار میں اگر ہوش وبصیرت سے کام نہ لیا گیا تو لغزشوں کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

اس ذاتِ اقدس کے بارے میں جس کے دربارِ قدسی میں شرفِ باریابی کے لئے جبرئیل امین بھی باادب ہوکر اجازت طلب کرتے ہوں، کچھ تحریر کرنا آسان کام نہیں ہے، لیکن یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اپنے آقا کے ذکرِ جمیل کے لئے دلِ مضطر کی آگ تو بھڑک اٹھ رہی ہو اور میں قلم کو روکے رکھوں، اس لئے جذبۂ نیازمندی کے ساتھ قلم سے یہی کہہ دیتا ہوں کہ:

ضبط کروں میں کب تک آہ
چل میرے خامہ بسم اللہ

یہ بات دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے کہ میرے آقا رسالت مآب کی عظمت وتقدس کے اظہار اور آپ کے کمالات کو منوانے کے لئے ہمیں غیر مسلم اربابِ دانش وبینش اور محققین و اصحابِ قلم کی تحقیقات وتحریروں سے استناد پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، تاہم عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر اغیار ہمارے اپنوں کی تعریف کرنے لگے یا ہمارے محبوب کا ذکر خیر کرنے لگے تو خوشی دوبالا ہوجاتی ہے اور مزا زیادہ آنے لگتا ہے اور اپنے آقا رسالت مآب سے محبت اور مضبوط ہونے لگتی ہے، اور جی یہ چاہتا ہے کہ وہ مزید آپ کی مدح سرائی کرتے رہیں۔

دراصل سچی بات یہ ہے کہ میرے آقا کی ذاتِ اقدس ایک ایسا چراغ تھی جو چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی اپنی روشنی سے دنیا کو منور کررہی ہے اور آگے بھی کرتی رہے گی۔ رسالت مآب کی رحمت کا دائرہ صرف آپ پر ایمان لانے والوں ہی تک محدود نہیں رہا ہے بلکہ اغیار بھی آپ کی رحمت کے سائبان میں پناہ لیتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم سیرت نگاروں یا آپ کے ثناخوانوں کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ جان کر مسرت انگیز حیرت ہوتی ہے کہ آپ کے سیرت نگاروں اور آپ کے ثناخوانوں میں یہودی، عیسائی اور ہندو عقیدت کیش سیرت نگاروں وثناخوانوں کی بھی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جنہوں نے آپ کے تذکرۂ مبارک، سیرت نگاری اور آپ کی شانِ اقدس میں منظوم گلہائے عقیدت پیش کرکے خود اپنے آپ کو اور اپنی تحریروں کو حرمت و وقار بخشا ہے۔ اس مختصر مضمون میں بطور مشتے نمونہ از خروارے چند غیر مسلم سیرت نگاروں کی کتب سیرت کا اجمالی تذکرہ اور چند دانشوروں کے رسالت مآبؐ سے متعلق تاثرات اور غیر مسلم شعراء کی عقیدت ومحبت سے لبریز نعت گوئی وثناخوانی کے نمونے اس اعتراف کے ساتھ پیش خدمت ہے کہ یہ کوئی میری اپنی تحقیق نہیں ہے، بلکہ اس عنوان پر متعدد ماہرینِ سیرت وتاریخ اہلِ قلم حضرات نے نہایت ہی قابلِ قدر وبیش بہا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور انہیں رسالت مآبؐ کی شفاعت واخروی سرخروئی نصیب فرمائے۔ آمین۔ میں تو بس اپنی روحِ بیتاب کی تسکین اور اپنے دلِ مضطر کی راحت کے لئے ان حضرات کے ذریعے دراز کی گئی لذیذ ترین حکایت کے کچھ گوشے یہاں پیش کررہا ہوں۔

Vew De Mohamet

یہ کتاب رومانیہ کے مشہور دانش ور، ناول نگار اور بین الاقوامی تعلقات کے ماہر کانسٹنٹ ورجل جورجیو نے تالیف کی ہے جو ایک مسیحی اسکالر تھے، ایک مشہور مصنف اور صاحب طرز ادیب کی حیثیت سے جیورجیو کا نام اور مقام اہلِ مغرب کے ہاں مسلمہ حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ۱۵/ستمبر ۱۹۱۶ء کو ویلیا البا رومانیہ میں پیدا ہوئے، اور ۲۲/جون ۱۹۹۲ء کو پیرس، فرانس میں وفات پائی۔ ۱۹۳۶ء میں اعلیٰ نمبروں کے ساتھ ابتدائی تعلیم مکمل کی، بعد ازاں بخارسٹ یونیورسٹی اور

آپ پر ایمان لانے والوں ہی تک محدود نہیں رہا ہے بلکہ اغیار بھی آپ کی رحمت کے سائبان میں پناہ لیتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم سیرت نگاروں یا آپ کے ثناخوانوں کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ جان کر مسرت انگیز حیرت ہوتی ہے کہ آپ کے سیرت نگاروں اور آپ کے ثنا خوانوں میں یہودی، عیسائی اور ہندو عقیدت کیش سیرت نگاروں و ثناخوانوں کی بھی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جنھوں نے آپ کی شانِ اقدس میں منظوم گلہائے عقیدت پیش کرکے خود اپنے آپ کو اور اپنی تحریروں کو حرمت و وقار بخشا ہے۔

ہائیڈل برگ یونیورسٹی سے فلسفے اور الٰہیات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ جنرل ایان انٹونیسکو کے دورِ حکمرانی (۱۹۴۲-۴۳ء) میں رومانیہ کی وزارتِ خارجہ میں بین الاقوامی امور کے ماہر کی حیثیت سے ذمہ داریاں ادا کیں۔ لیکن جب ۱۹۴۲ء میں روس کی کمیونسٹ فوجیں رومانیہ پر قابض ہوگئیں تو جیورجیو نے جلاوطنی اختیار کرلی۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر امریکی افواج نے اسے گرفتار کرلیا۔ تاہم رہائی کے بعد ۱۹۴۸ء سے فرانس میں سکونت اختیار کرلی، فرانس میں قیام کے دوران موصوف نے مختلف علمی اور مذہبی سرگرمیوں سے وابستگی اختیار کی۔

سچائی کی تلاش میں کانسٹنٹ نے سیرت پاک کو اپنے مطالعے کا موضوع بنایا اور ایک غیر مسلم ہونے کے باوجود جب اس کے دل نے سیرتِ مطہرہ کی عظمت کو قبول کیا تو اعترافِ حق کے طور پر جذب ومستی میں یہ کتاب تصنیف کی۔ ۱۹۶۱ء میں اس کتاب کو لیویا لیمور نے رومانوی زبان سے فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۷۹ء میں گجرات کی ایک علم دوست شخصیت جناب مشتاق حسین میر نے اسے 'محمد پیغمبر اسلام' کے نام سے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا، اور یہی اردو ایڈیشن اس عاجز راقم السطور کی نظر سے گذرا ہے۔ فاضل مترجم نے کتاب کے بارے میں اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا ہے: اس کتاب کو کھول کر جیسے ہی آپ مطالعہ کریں گے، آپ کو محسوس ہوگا کہ یہ کتاب حیاتِ طیبہ پر لکھی گئی کتب سے مختلف ہے، اور آپ جتنا آگے بڑھتے جائیں گے، آپ کے احساسات، تاثرات اور خیالات میں انقلاب آتا چلا جائے گا۔ جبکہ کتاب کے آغاز میں دنیائے اسلام کے مایہ ناز اسکالر علامہ محمد اسد (سابق یہودی اسکالر، لیوپولڈویز) کا وقیع مقدمہ درج ہے۔

کیرن آرمسٹرانگ

عہدِ رواں کی مشہور ومعروف برطانوی مصنفہ ہے جو برطانیہ کویسٹ مڈلینڈ کے علاقے ووسٹر شائر سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے متعدد کتب تصنیف کی ہے جن کا موضوع ومقصد دنیا بھر کے بڑے مذاہب بالخصوص اسلام، مسیحیت اور یہودیت کا ایسا مطالعہ پیش کرنا ہے جس سے ان مذاہب کے ماننے والوں کی آپس میں قربت پیدا ہو، رسالت مآبؐ اور اسلام سے متعلق اس نے متعدد کتب تصنیف کی ہے جن میں سے Mohammed: A Biography of the Prophet کا اردو ترجمہ جناب نعیم اللہ ملک صاحب نے 'محمدؐ پیغمبر اسلام کی سوانح حیات' کے نام سے کیا ہے، اور معروف پبلشر نشریاتِ لاہور نے اس ترجمہ کو بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ اور ایک دوسری کتاب The Prophet of our Time جس کو جناب یاسر جواد صاحب نے 'پیغمبر امن: سیرت النبی اکیسویں صدی کے نئے چیلنجوں کے تناظر میں' کے نام سے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے، اس کتاب میں مصنفہ نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے ایک مختصر سی مدت میں عرب کے وحشی اور گنوار قبائل کو تہذیب وتمدن سے آراستہ کرکے دنیا کی حکمرانی کے قابل بنادیا جو بظاہر ایک ناقابل یقین کام تھا، لیکن مقام افسوس ہے کہ عہدِ رواں کے مسلمانوں نے پیغمبر اسلام کے پیغامِ امن وسلامتی کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔ مذکورہ دونوں اردو ایڈیشن اس عاجز کی نظر سے الحمدللہ گذر چکے ہیں۔

Prophet of Deser

کے ایل گابا معروف قانون دان، سیاستدان اور ادیب تھے، میں لاہور کے ایک ہندو صنعت کار لالہ ہرکشن لال گابا کے ہاں پیدا ہوئے، بار ایٹ لا کرنے کے بعد لاہور میں پریکٹس شروع کی۔ ۱۹۲۳ء میں آل انڈیا ٹریڈ یونین کانفرنس لاہور کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ اخبارات کے لئے مضامین لکھے اور اپنا ہفتہ وار 'دی سنڈے ٹائمز' بھی جاری کیا۔ ۱۹۲۶ء میں لاہور کے صنعتی حلقے سے رائے بہادر دھنپت رائے کے مقابلے میں پنجاب لجسلیٹو کونسل کا الیکشن لڑا، ۱۹۲۲ء میں اسلام قبول کیا۔ مشہور ہے کہ شاعر اسلام علامہ اقبال کی تجویز پر کنہیا لال گابا سے خالد لطیف گابا ہوگئے۔ یوں ان کے نام کا انگریزی مخفف اور صوتی ولفظی تاثر قائم رہا۔

قبول اسلام کے بعد جناب کے ایل گابا صاحب نے رسالت مآب کی سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام Prophet of Desert پیغمبر صحرا ہے۔ اس کتاب کی قبولیت کے حوالے سے ویکیپیڈیا میں ایک بہت ہی ایمان افروز واقعہ قلمبند کیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ کنہیالال گابا نے ۱۹۳۳ء میں اسلام قبول کیا، انہیں دوبارہ ہندو بنانے کے لئے بڑا زور لگایا گیا مگر وہ آخر دم تک اسلام پر قائم رہے۔ آپ کی کتاب 'پیغمبر صحرا' بڑی مقبول ہوئی۔ کے ایل گابا کسی وجہ سے حکومت وقت کے زیرِ عتاب آگئے اور ایک مقدمے میں قید کردئے گئے، اس دور کے مسلمانوں نے بڑی کوششیں کیں یہاں تک کہ اخبارات میں زرِ ضمانت اور رہائی کے لئے اپیلیں بھی شائع ہوئیں لیکن ضمانت نہ ہوسکی اور جیل سے آپ کی رہائی نہ ہوسکی۔ سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار ملک سردار علی کو خواب میں نبی کریمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا سردار علی لاہور جاکر نو مسلم خالد لطیف گابا کی ضمانت دو۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جو مجھے بہت پسند ہے۔ سردار علی لاہور آئے اور دیڑھ لاکھ کی خطیر رقم کی ضمانت دے کر رہائی دلوائی۔ جناب خالد لطیف گابا کی تصنیف جسے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں قبولیت کا شرف حاصل ہوا سیرت کے موضوع پر لکھی جانے والی انگریزی کتب میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے اور بیسٹ سیلر قرار پائی ہے۔ اس عاجز کے زیر مطالعہ اس کتاب کا اردو ایڈیشن (پیغمبر صحرا) رہا ہے جس کو جناب پروفیسر احمد الدین مارہروی نے کیا ہے اور الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ کتاب کی تمہید میں کے ایل گابا صاحب لکھتے ہیں کہ: آج کی دنیا کو جن مسائل کا سامنا ہے، ان میں سے چند بڑے اور زیادہ اہم اور سنگین مسئلے یہ ہیں: قومیت اور بین الاقوامیت، مرد وزن کا باہم اختلاط، طلاق کی شرح میں روز افزوں اضافہ، آمریت اور جمہوریت کی کشمکش، سرمایے اور محنت کی آویزش، بڑھتا ہوا الحاد، خالی گرجا اور بھوکے مبلغ۔ تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا ہے کہ انسان خدا سے خفا اور بیزار ہوگیا ہے، یا پوری انسانیت کو انتہائی خطرناک اور مہیب مسائل کا سامنا ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے بلکہ قدرتی بات ہے کہ یوروپ اور امریکہ میں کثیر الازدواجی، آسان طلاق، میراث کے منصفانہ اصول کی بنیاد پر تقسیم دولت کا بندوبست، مختلف قوموں اور فرقوں میں اخوت اور رواداری پیدا کرنے کی ضرورت، رنگ ونسل وطبقہ وزبان کے تعصّبات و امتیازات کا خاتمہ، سود پر مبنی معاشی نظام کا زوال اور دیگر ملتے جلتے مسائل پر مباحثے اور مذاکرات ہونے لگے ہیں۔ یاد رہے کہ چھٹی صدی کے اختتام اور ساتویں صدی کے آغاز میں بھی ایسے ہی مسائل ابھرے تھے، اور ان پر مباحثوں اور مذاکروں کا دور گذرا تھا۔ اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوجائے گا کہ اس وقت ایک سادہ مزاج، درویش منش شتربان نے کیونکر ان مسائل ومشکلات کو حل کیا تھا۔ (صفحہ ۸) (جاری)

عالم اسلام

عمرہ پرمٹ دس دن کے وقفے سے جاری ہوگا

وزارت حج وعمرہ نے کہا ہے کہ ایک عمرے کے فوراً بعد دوسرے عمرے کی سہولت ختم کردی گئی۔ آئندہ ایک عمرے سے فارغ ہوتے ہی دوسرے عمرے کا اجازت نامہ جاری نہیں کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ مملکت میں کورونا کے تیزی سے بڑھتے ہوئے کیسوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ وزارت کے فیصلے کے مطابق ایک عمرے سے دوسرے کے درمیان دس روز کا وقفہ ضروری قرار دے دیا گیا ہے۔ وزارت نے عمرہ زائرین سے مزید کہا ہے کہ وہ کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے مقررہ ضوابط کی سختی سے پابندی کریں حرمین شریفین میں ماسک کے استعمال کو یقینی بنائیں اور عمرہ پرمٹ کی پابندی ہرحال میں کی جائے۔ واضح رہے عمرہ پرمٹ کے اجرا کے طریقہ کار کو مزید آسان بنادیا گیا ہے۔ پرمٹ جاری کرانے کے لیے توکلنا اور اعتمرنا ایپس کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔ پرمٹ حاصل کرنے سے قبل انتظامیہ کی جانب سے توکلنا اور اعتمرنا ایپ پر ایک ماہ کا شیڈول جاری کیا جاتا ہے جس کے ذریعے پرمٹ حاصل کرنے کے خواہشمند کے لیے دن اور وقت متعین کرنے کی سہولت موجود ہے ساتھ ہی عمرہ زائر پرمٹ حاصل کرنے کے دوران مختلف رنگوں کے ذریعے حرم شریف میں اس دن اور وقت لوگوں کی تعداد کے بارے میں وضاحت معلومات حاصل کرسکتا ہے جس سے یہ سہولت ہوتی ہے کہ بھیڑ والے وقت کے علاوہ ایسے وقت کے انتخاب کی سہولت ہوتی ہے جب حرم شریف میں عمرہ زائرین کا ازدحام نہ ہو۔

مسقط میں تباہ کن سیلاب

سلطنت عمان میں تباہ کن سیلاب سے نظام زندگی درہم برہم ہوگیا۔ دارالحکومت مسقط اور متعدد صوبے سیلاب میں گھر گئے۔ عاجل ویب سائٹ کے مطابق امدادی ٹیموں نے مسقط میں ہنگامی آپریشن کرکے پانچ افراد کو جو السیب صوبے کے شمالی علاقے الجیل کے سیلاب میں گھر گئے تھے بچالیا۔ عمانی شہری دفاع کے محکمے نے مقامی شہریوں اور مقیم غیر ملکیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ احتیاطی تدابیر سے کام لیں۔ وادیوں اور سیلاب والے مقامات پر جانے کا خطرہ نہ مول لیں۔ عمانی شہری دفاع کی امدادی ٹیموں نے بوشر صوبے کے غبرہ مقام پر پھنسے ۳۵/افراد کو بچالیا۔ عمانی شہریوں کو محفوظ مقام پر منتقل کردیا گیا۔ عمانی پولیس نے موسلا دھار بارش کے دوران عوام کی سلامتی کی خاطر مسقط کے متعدد روڈز بند کردیے جبکہ مسقط کی جانب جانے والے وزارتوں والے علاقے میں جانے والا روڈ بھی بند کردیا۔

سوڈان کے وزیر اعظم عبداللہ حمدوک مستعفی

سوڈان کے وزیر اعظم عبداللہ حمدوک نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ خبر ایجنسی اے ایف پی کے مطابق اتوار کو سوڈان کے سرکاری ٹیلی ویژن پر عبداللہ حمدوک نے مستعفی ہونے کا اعلان کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ میں نے ملک کو تباہی کی جانب جانے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ عبداللہ حمدوک نے کہا کہ سیاسی قوتوں میں دھڑے بندی اور عبوری دور میں عناصر کے درمیان تنازعے کے دوران اتفاق رائے کے حصول کے لیے سب کچھ کیا مگر یہ نہ ہوسکا۔ خیال رہے کہ سوڈان میں فوجی اقتدار عبوری انتظامیہ کو منتقل کیا گیا تھا مگر گزشتہ برس اکتوبر کے اختتام پر فوج نے ایک بار پھر ملک کا کنٹرول حاصل کرکے سیاسی قیادت کو حراست میں لے لیا تھا۔

نظام مساجد اور ہماری ذمہ داریاں

تحریر: مفتی امانت علی قاسمی

اسلام میں مساجد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، آپؐ کی زندگی اور طرز عمل سے مساجد کا کردار، مساجد کی اہمیت اور اس کے آداب و تقاضے معلوم ہوجاتے ہیں۔ آپؐ جب مدینہ تشریف لائے تو خود اپنا گھر تعمیر کرنے سے پہلے آپ نے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دی۔ مساجد کے بنیادی کاموں میں عبادات، تلاوت قرآن اور ذکرو اذکار شامل ہے۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کردیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مساجد اس طرح کی گندگی پھیلانے کی جگہ نہیں ہے بلکہ مساجد نماز، اذکار اور قرآت قرآن کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۵)

آپؐ نے مساجد کے احترام کی بڑی تلقین فرمائی اور مساجد میں شوروغل، کرنے، مساجد کی بے توقیری کرنے اور مساجد میں گندگی پھیلانے سے منع فرمایا؛ اسی وجہ سے بہت چھوٹے بچوں کو جو مساجد میں پیشاب کرکے مساجد کو ناپاک کرسکتے ہیں آپ نے ان کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا: حضوؐر نے ارشاد فرمایا: بچوں، مجنونوں اور شرارت پسندوں سے اپنی مساجد کو دور رکھو، اسی طرح مساجد میں خرید و فروخت کرنے اور مقدمات کے فیصلہ کرنے، آواز بلند کرنے، حدود قائم کرنے اور تلوار سوتنے سے بچو! اور مسجد کے دروازے پر وضو خانہ بناؤ اور مسجد میں جمعہ کو دھونی دو۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۴۹)

اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ عہد نبوی میں اور عہد صحابہ میں نماز و اعتکاف کے علاوہ دیگر اجتماعی اعمال جن کا تعلق مفاد عامہ سے تھا مساجد میں انجام دیا جاتا تھا۔ آپ کے زمانے میں قیدیوں کو مساجد میں قید کیا جاتا تھا، عہد صدیقی تک مساجد کو قید خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں باضابطہ قید خانہ تعمیر کیا گیا اور اس نظام کو مساجد سے علیحدہ کیا گیا۔

عہد نبوی میں مسجد میں مجاہدین اسلام شمشیر زنی او رنیزہ کی مشق کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسجد میں حبشی مسلمان نیزہ کی مشق کررہے تھے میں نے یہ مشق آں حضرتؐ کے شانوں کے سہارے سے دیکھی۔ اسی طرح عہد نبوی میں مساجد میں کھانا پینا بھی ہوتا تھا؛ اس لیے کہ اس وقت بہت سے مسلمانوں کے پاس رہنے کے لیے گھر نہیں تھا وہ لوگ مسجد میں سوتے او رمسجد میں کھانا کھاتے تھے۔

حدیث میں ہے عبداللہ بن حارث بن جز کہتے ہیں: ہم لوگ حضوؐر کے زمانے میں مسجد میں گوشت روٹی کھاتے تھے۔ (ابن ماجہ: ۱/ ۲۴۵)

حضرات فقہانے معتکف اور مسافر کے لیے مسجد میں سونے کو مطلقا جائز لکھا ہے اور غیر معتکف کے لیے سونے کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے بوقت ضرورت بلا کراہت جائز کہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جوانی میں مسجد میں سونا ثابت ہے؛ بلکہ امام بخاریؒ نے ایک باب ''باب نوم المراۃ فی المسجد'' کا قائم کیا جس میں انہوں نے عورتوں کے لیے مسجد میں سونے کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح مفاد عامہ سے متعلق چیزوں کو مسجد میں رکھنے کی اجازت ہے یعنی ایسی چیز جو کسی خاص کی ملکیت نہ ہو بلکہ اس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہو مسجد میں رکھی جاسکتی ہے او روہاں بیٹھ کر مسلمانوں میں تقسیم بھی کی جاسکتی ہے، آپ کے زمانے میں مال غنیمت اور صدقات کے اموال مسجد میں تقسیم ہوتے تھے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں جہاں جہاں مسجدیں قائم ہوئیں ان میں نظام جمعہ و جماعت کے ساتھ تعلیم کا بھی نظم تھا۔ مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ نے ''اسلام کا نظام مساجد'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک مساجد میں تعلیم کا نظام جاری رہا ہے کتب احادیث و تراجم میں متعدد مدرسوں کے نشانات ملتے ہیں جو مسجدوں میں قائم تھے جہاں مدرسین بلا معاوضہ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے۔ ہندوستان کی چند ایسی قدیم مساجد ہیں جن سے مدرسہ کا کام لیا جاتا تھا۔

ابن حجرؒ نے لکھا ہے: کہ موسم گرما میں پینے کا پانی رکھا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۳۴۹)

مساجد میں تعلیم کی تاریخ بھی مساجد کی طرح ہی قدیم ہے۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں جہاں جہاں مسجدیں قائم ہوئیں ان میں نظام جمعہ و جماعت کے ساتھ تعلیم کا بھی نظم تھا۔ مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ نے ''اسلام کا نظام مساجد'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک مساجد میں تعلیم کا نظام جاری رہا ہے کتب احادیث و تراجم میں متعدد مدرسوں کے نشانات ملتے ہیں جو مسجدوں میں قائم تھے جہاں مدرسین بلا معاوضہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے۔ ہندوستان کی چند ایسی قدیم مساجد ہیں جن سے مدرسہ کا کام لیا جاتا تھا ان میں جون پور میں اٹالہ کی مسجد، لاہور میں وزیر خان کی مسجد، نئی دلی میں ماہم بیگم کی مسجد، پرانی دہلی میں مسجد فتح پوری اور سورت میں مرجان شامی کی مسجد خصوصیت سے قابل ذکر ہے (اسلام کا نظام مساجد، ص: ۱۹۸)

بہر حال اسلام میں مساجد کا جو تقدس ہے اس کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ مساجد کو شوروغل اور عبادت کے علاوہ دیگر غیر ضروری مشاغل سے پاک رکھا جائے، اسی وجہ سے دھیرے دھیرے جیسے جیسے سہولیات ہوتی گئیں مساجد سے دیگر امور کا استثنی ہوتا رہا یہی وجہ ہے اب حضرات فقہاء عام آدمی کے لیے بلا ضرورت مسجد میں کھانے پینے اور سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اسی طرح مسجد میں سیاسی پروگرام کرنے یا ورزش اور دیگر کھیل کود سے منع کرتے ہیں۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو حضرات علماء نے آج بھی غیر اقامتی دینی تعلیم کی اجازت دی ہے؛ چنانچہ آج بھی مسجد نبوی اور مسجد حرام میں تعلیم کے حلقے لگتے ہیں۔ اس لیے کہ بلا اجرت کے اس طرح تعلیم دینا یہ عبادت ہے اور مساجد عبادت کا محل ہیں۔

آج مساجد کے نظام کو بہت زیادہ محدود کردیا گیا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کا مساجد سے جس قدر مضبوط رشتہ رہنا چاہیے وہ قائم نہیں رہا ہے۔ آج مساجد کو صرف نماز کی حد تک خاص کردیا گیا ہے؛ بلکہ بعض مساجد میں اعلان چسپا ہوتا ہے کہ نماز کے علاوہ دیگر امور یہاں ممنوع ہیں، یہ مسلمانوں کے لیے نیک فال نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حالات کی وجہ سے بعض ناگزیر فیصلے لینے پڑتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ مساجد کے نظام کو معطل کردیا جائے، آج مساجد کے نظام کو بحال کرنے کی شدید ضرورت ہے اس سے مسلم سماج میں دینی شعود بیدار ہوگا۔

مساجد میں جو کام آج بھی کئے جاسکتے ہیں اور کرنے چاہیے ان میں یہ ہے کہ ہر مسجد میں امام و مؤذن کو لازمی طور پر رکھا جائے اور اس مسجد کے مصلیان اس کے اخراجات برداشت کریں، اسی کے ساتھ ہر مسجد میں مکتب کا نظام قائم کیا جائے۔ جب ہر مسجد میں امام و مؤذن ہوں گے تو اس طرح کم از کم دو مکاتب لازمی طور پر قائم ہوسکتے ہیں اور مساجد کے امام و مؤذن کی امامت کے علاوہ دوسرے دینی کام سے وابستگی بھی ہوگی اور ان کے معاشی مسائل کا بھی کچھ مداوا ہوگا۔ نظام مکاتب کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بچوں کا تعلق مسجد سے مربوط ہوگا اس طرح مسلم بچے اور بچیاں مسجد کے ماحول سے مانوس ہوکر اسلامی نظام سے مربوط ہوں گے موجودہ ماحول میں جب کہ مغرب کی آندھی ہر طرف چل رہی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ طوفان بلاخیز ہماری تہذیبوں کو بہالے جائے گا ضروری ہے کہ مساجد کے ذریعہ ایسی مضبوط باندھ قائم کی جائے کہ کوئی بھی ناگہانی سیلاب کی ہم روک تھام کرسکیں۔

ہر مسجد میں تعلیم قرآن اور تعلیم بالغان کے حلقے قائم کئے جائیں، آج بھی مسجد نبوی اور مسجد حرام میں بلکہ عرب کی اکثر مساجد میں یہ حلقے لگتے ہیں جس سے عام لوگوں میں تصحیح قرآن کی رغبت قائم ہوتی ہے۔ بے دینی کے اس ماحول میں ہمارے درمیان ایک بڑا طبقہ ہے جو قرآن کی تعلیم سے دور ہے آج قرآن سے جوڑنے کے لیے اس طرح کے حلقے قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

دینی مسائل کے حلقے لگائے جائیں علماء اور ائمہ کی ذمہ داری ہے کہ فی سبیل اللہ کچھ وقت مساجد کے لیے مختص کریں اور یہ اعلان کریں کہ دینی و سماجی مسائل کی رہنمائی کے لیے آپ فلاں وقت میں تشریف لائیں۔ صورت حال یہ ہے کہ آج طلاق کا مسئلہ بتانے والا کوئی نہیں ہوتا ہے اس لیے جذبات میں آکر ہمارے نوجوان طلاق دے دیتے ہیں پھر جب ان کو بتایا جاتا ہے کہ اب تعلقات کی بحالی کی کوئی صورت نہیں ہے تو بہت پریشان ہوتے ہیں اس میں کسی حد تک ہمارا بھی قصور ہے کہ ہم نے اس طرح کا ماحول قائم نہیں کیا جس سے وہ عائلی اور سماجی مسائل میں رہنمائی حاصل کرسکیں۔ اگر اس طرح مساجد میں مسائل کے بتانے کا نظام قائم کیا گیا ہے تو مسجد کا مرکزی کردار بحال ہوگا اور مساجد سے امت کو وہ روشنی ملے گی جس کی اس وقت ضرورت ہے۔

مساجد میں ہر محلّہ کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو سماج میں موجود برائی پر نظر رکھے اور منکرات کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل طے کرے، طلاق ونکاح کے جو واقعات ہوتے ہیں اس کی روک تھام اور اصلاح کی جدوجہد کی جائے میراث کی تقسیم میں جو خاندانی اختلافات بسااوقات پورے علاقے کے لیے مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں اس کو قابو میں لانے کی کوشش کی جائے۔ اس میں علماء کرام کے ساتھ سماج کے ذمہ دار حضرات شریک ہوں اور سماج میں موجود خرابی کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں اس لیے کہ اگر سماج کے باشعور طبقہ نے اس طرف توجہ نہیں دی اور صرف اپنے گھر تک اپنے اصلاحی مشن کو محدود رکھا تو معاشرے میں موجود منکرات کی چنگاری ایک دن پورے معاشرے کو خاکستر کردے گی۔

یہ کمیٹی سماج میں موجود کمزور و خستہ حال لوگوں پر بھی نظر رکھے، جو بچے غربت و مفلسی کی وجہ سے تعلیم سے محروم ہیں ان کی تعلیم کی فکر کرے، جو بیوہ کسمپرسی کی زندگی گزار رہی ہے اور ان کے گزارے کا کوئی نظم نہیں ہے وہ کمیٹی چاہے تو اپنی زکوۃ کی رقم سے ان کی مدد کرے اگر اس جانب توجہ دی گئی تو مساجد بنیادی کردار ادا کریں گے اور ایک خوش حال دیندار، خوش گوار اور آئیڈیل معاشرہ وجود میں آئے گا۔ ❑❑

معصوم

مظہر الحق

میں روز مسجد میں دیکھتا تھا
غریب مزدور کا اکیلا شریف بچہ
وہ پانچ بہنوں کا ایک بھائی
وہ پارسائی کا ایک پیکر
اسے کھلونوں کا علم نہ تھا
اور اپنے ابا کے ساتھ اکثر
نماز پڑھتا وہ ساتھ میرے
نماز کے بعد بارہا دو ہتھیلیاں جوڑ کر وہ اپنی
دعا کا کاسہ بنایا کرتا
مگر سنا ایک روز میں نے
کہ باپ اس کا گزر گیا
پھر جسے کھلونوں کا علم نہ تھا
وہ باپ کی موت سے بنا سربراہ گھر کا
مگر وہ مزدور بن نہ پایا
کہ تن میں اس کے نہ جاں تھی اتنی
میں روز مسجد میں دیکھتا تھا کہ ساتھ اس کے
ہیں چند آنسو، دعا کا کاسہ، امید تھوڑی
اور آجکل وہ غریب مزدور کا اکیلا یتیم بچہ
میں روز مسجد میں دیکھتا تھا جسے اکیلا
اب اس کو سڑکوں پہ دیکھتا ہوں
اسے دعا مانگ مانگ کر
مانگنے کی عادت سی ہوگئی ہے
سو آجکل دو ہتھیلیوں سے
وہ اِک ہتھیلی پہ آگیا ہے

عالمی خبریں

جرمنی کی ویکسی نیشن مہم میں بھیڑ بکریاں بھی شامل

روٹی کے لذیذ ٹکڑوں نے تقریباً ۷۰۰ بھیڑوں اور بکریوں کے لیے جرمنی کی مہم میں شامل ہونے کی تدبیر کی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کورونا وائرس کے خلاف ویکسین لگوانے کی ترغیب دی جاسکے۔ امریکی خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے مطابق پیر کو جانوروں کو تقریباً ۱۰۰ میٹر (۳۳۰ فٹ) سرنج کی شکل میں ہیمبرگ کے جنوب میں شنورڈنگن کے ایک کھیت میں ترتیب دیا گیا تھا۔ خبر رساں ایجنسی ڈی پی اے نے بتایا کہ چرواہے وائیکے شمٹ کوچن نے اپنے جانوروں کے ساتھ مشق کرتے ہوئے کئی دن گزارے۔ لیکن انہوں نے آخر میں کہا چیزوں کو ٹھیک کرنا مشکل نہیں تھا۔ وائیکے شمٹ کوچن نے سرنج کی شکل میں روٹی کے ٹکڑے بچھادیے، جنہیں بھیڑ بکریوں نے کھیت میں آنے کے بعد جلدی سے کھالیا۔ جرمنی کی حکومت نے کورونا وائرس کی تازہ ترین لہر کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں ایک تیز رفتار ویکسی نیشن مہم کو اپنی اولین ترجیح بنالیا ہے۔ جرمنی میں حالیہ ہفتوں میں بوسٹر شارٹس لگوانے والوں کی رفتار میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔

یوکرین پر روس کے حملے کی صورت میں فیصلہ کن جواب دیں گے: امریکہ

امریکی صدر جو بائیڈن نے ایک بار پھر اپنے یوکرینی ہم منصب وولودیمیر زیلنسکی کو یقین دہانی کرائی ہے کہ روسی حملے کی صورت میں واشنگٹن فیصلہ کن جواب دے گا۔ خبر ایجنسی اے ایف پی کے مطابق وائٹ ہاؤس سے جاری کیے گئے بیان میں بتایا گیا ہے کہ صدر بائیڈن نے وولودیمیر زیلنسکی سے ٹیلی فون پر گفتگو میں کہا کہ اگر روس نے یوکرین پر حملہ کیا تو امریکہ اور اس کے اتحادی جواب دیں گے۔ وہائٹ ہاؤس کی پریس سیکریٹری جین ساکی نے بتایا کہ روس کی جانب سے یوکرین کی سرحد پر فوج جمع کرنے کی صورتحال میں امریکی صدر نے یوکرین کے صدر کو ساتھ دینے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ یوکرین کی مدد کرنے کی یہ یقین دہانی اس بیان کے چند دن بعد سامنے آئی ہے جس میں صدر بائیڈن نے روس کے صدر کو یوکرین کے خلاف کسی بھی فوجی کارروائی کی صورت میں نتائج سے خبردار کیا تھا۔ بائیڈن سے فون پر گفتگو کے بعد یوکرین کے صدر نے ٹویٹ میں لکھا کہ وہ امریکی حمایت پر ان کے شکر گزار ہیں اور یہ دونوں ملکوں کے بہترین تعلقات کا ثبوت ہے۔

افغانستان سے مزید لوگوں کے انخلا میں ناکامی مایوس کن: شہزادہ ولیم

برطانیہ کے شہزادہ ولیم نے افغانستان کے پناہ گزینوں سے کہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مایوس کن امر ہے کہ برطانوی فوج افغانستان میں طالبان کی آمد کے بعد مزید لوگوں کے انخلا میں ناکام رہی۔ عرب نیوز کے مطابق گذشتہ ماہ شہزادہ ولیم نے ایک ہوٹل میں افغان پناہ گزینوں سے ملاقات کی تھی۔ ۱۵ ہزار سے زیادہ افغان برطانیہ میں آباد ہونے کا انتظار کررہے ہیں۔ انہوں نے ملاقات کے دوران سوال کیا کہ اگست میں ۱۵ ہزار افغانوں کے برطانیہ کے لیے انخلا کے بعد ان کے مستقل گھر تلاش کرنے میں اتنا وقت کیوں لگ رہا ہے؟ برطانوی روزنامہ دی ٹائمز کے ساتھ ایک پناہ گزین نے شہزادہ ولیم کے ساتھ ملاقات کے بارے میں کہا کہ انہوں نے بتایا کہ تھا کہ اگست میں انخلا کی کوششوں سے وہ مایوس ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ کاش ہم مزید افغانوں کو برطانیہ لاسکتے۔

اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت

قرآن وسنت کی روشنی میں

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

اسلام اپنے پیروکاروں کی زندگی کو صرف عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، اور دعوت وتبلیغ تک محدود نہیں رکھتا؛ بلکہ یہ ہمیں اُس راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت دیتا ہے جس پر انسانیت کے سب سے عظیم محسن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے؛ جن کی مبارک زندگی ساری انسانیت کے لئے نمونہ اور اسوہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا روشن اور مثالی پہلو یہی ہے کہ آپ نے صرف نماز وروزے کی تلقین نہیں کی بلکہ حقوق انسانی کا جامع تصور پیش کیا، اس حوالے سے امت کو پیغام دینے کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں خود بھی کام کیا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

اسلام میں نیکی کا جو جامع تصور پیش کیا گیا ہے؛ اس میں خدمت خلق، حقوق انسانیت، رہن سہن اور معاشرت بھی ایک لازمی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نیکی صرف یہی نہیں کہ آپ لوگ اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیں؛ بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں اپنا مال قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والے (حقیقی ضرورت مندوں)، اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ سختی، مصیبت اور جہاد کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔ (البقرۃ:۲:۱۷۷)

پرسکون اور اطمینان بخش زندگی گزارنے کے لیے اسلام نے انسانوں کے جذبات واحساسات کی قدردانی اور باہمی احترام ورواداری کو قائم کرنے کی قدم قدم پر تاکید کی ہے، نیز ہر ایسے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جس سے انسانی جذبات مجروح ہوتے ہوں اور انسانوں کو معمولی اذیت پہنچتی ہو۔ دین اسلام میں انسانیت کو کتنا بڑا مقام دیا گیا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر تمام انسانوں کے حقوق متعین کئے ہیں، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسافروں کے حقوق۔ غرض سبھی کے جملہ حقوق کا تعین کیا ہے اور ان کو پورا کرنے کی وصیت کی ہے۔

> **پرسکون اور اطمینان بخش زندگی گزارنے کے لیے اسلام نے انسانوں کے جذبات و احساسات کی قدردانی اور باہمی احترام و رواداری کو قائم کرنے کی قدم قدم پر تاکید کی ہے، نیز ہر ایسے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جس سے انسانی جذبات مجروح ہوتے ہوں اور انسانوں کو معمولی اذیت پہنچتی ہو۔ دین اسلام میں انسانیت کو کتنا بڑا مقام دیا گیا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر تمام انسانوں کے حقوق متعین کئے ہیں، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسافروں کے حقوق۔**

اگر انسان آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو لازماً دنیا میں فساد برپا ہوگا، مثلاً بادشاہ اور حاکم اپنے حقوق ادا نہ کریں تو رعایا کی زندگی تکالیف ومشکلات کا شکار ہوجائے گی۔ شوہر بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو بیوی کی زندگی دنیا ہی میں جہنم بن جائے گی، بیوی شوہر کے حقوق ادا نہ کرے تو شوہر کی زندگی کا سکون غارت ہوجائے گا، پڑوسی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو محبت وامن کی فضا مکدر ہوجائے گی۔ اسی طرح مسلم غیر مسلموں کے حقوق ادا نہ کریں تو دنیا تعصب وعناد اور فتنہ وفساد کے جنگل میں تبدیل ہوجائے گی، امیر لوگ غریبوں کے حقوق ادا نہ کریں تو غریبوں کی زندگی فاقہ کشی کا شکار ہوجائے گی، بالکل اسی طرح ماں باپ اولاد کے حقوق ادا نہ کریں تو اولاد نافرمان، باغی، دین سے دور اور والدین کے لیے مصیبت و وبال بن جائے گی اور اولاد ماں باپ کے حقوق ادا نہ کرے تو ماں باپ کو بڑھاپے میں سہارا اور سکون نہیں ملے گا۔ غرضیکہ دنیا میں فساد ہی فساد برپا ہوجائے گا اور امن قائم نہ رہ سکے گا، پس امن کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کے وہ تمام حقوق جو اللہ تعالیٰ نے لازم کئے ہیں ادا کرتے رہیں۔ یہی اسلام کی اولین تعلیم اور نبی پاک ﷺ کا مقصدِ بعثت ہے، حالی مرحوم نے اس حوالے سے کیا ہی خوب کہا ہے:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا
خلائق سے ہی جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

آج ہمارا اصل المیہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ہم خود بھی آگاہ نہیں ہیں اور دنیا کو بھی ان سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہمیں صحیح طور پر محسوس نہیں ہورہی۔ ورنہ حقوق کا جو جامع اور متوازن تصور دین اسلام نے دیا ہے دنیا کے کسی نظام میں اس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ آیئے اختصار کے ساتھ دین اسلام کے صرف معاشرتی حقوق پر طائرانہ ہی سہی ایک نظر ڈالی جائے!!

جانوروں کا حق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرئیل میں ایک بدکار عورت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے جنت میں چلی گئی؛ جب کہ بنی اسرائیل ہی کی ایک پارسا عورت ایک بلی کو محبوس کرکے بھوک پیاس سے مار دینے کے سبب جہنم رسید ہوئی۔ (ترمذی)

انسان کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل مؤمن وہ ہے جس کی ایذا سے لوگ مامون ومحفوظ ہوں۔ (بخاری) نیز یہ بھی فرمایا: بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ (کنز العمال)

مسلمان کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) ملاقات ہونے پر سلام کرنا (۲) چھینک آنے پر رحمت کی دعا دینا (۳) بیماری میں عیادت کرنا (۴) مرنے پر جنازے میں شرکت کرنا (۵) جو اپنے کو پسند ہو، وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرنا۔ (ترمذی)

مصیبت زدہ، مشکلات کا شکار اور مجبور کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں کسی مصیبت زدہ سے کسی دنیاوی تکلیف اور مصیبت کو دور کردے (یا دور کرنے میں مدد کردے) تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن اُخروی مصیبت کو ہٹادیں گے۔ نیز جو دنیا میں مشکلات میں گھرے ہوئے کسی شخص کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (دونوں جہاں کی) آسانیاں پیدا فرمادیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی مسلسل مدد فرماتے ہیں جو کسی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ (ترمذی)

ماتحتوں کا حق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کا کوئی غلام ہو تو اس غلام کو وہی لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے، وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ ان کے ذمہ اتنا کام نہ لگائے جو اس پر غالب آئے، (اگر وقتی ضرورت سے) ایسا کیا تو پھر اس کا ہاتھ بٹائے۔ (بخاری و مسلم) مزید فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کو آگ کی گرمی اور دھویں سے بچا کر اس کے لئے کھانا تیار کرے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ! ورنہ کم از کم ایک لقمہ اس کے منہ میں ڈال دو۔ (ترمذی)۔

پڑوس کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص مومن کامل نہیں جو خود سیر ہوکر رات گزارے اور ساتھ میں اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے اور اس کو علم ہو۔ (معجم طبرانی) مزید فرمایا: اللہ کی قسم: وہ شخص مؤمن نہیں، وہ شخص مؤمن نہیں، وہ شخص مؤمن نہیں! لوگوں نے پوچھا کون مؤمن نہیں؟ ارشاد فرمایا: جس سے اس کا پڑوسی مامون ومحفوظ نہیں۔ (بخاری ومسلم)

شوہر کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو شوہر کے آگے سجدہ کرنے کا کہتا؛ لیکن سجدہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ عورت اللہ تعالیٰ کا حق اس وقت تک پورا پورا ادا نہیں کرسکتی جب تک شوہر کا حق پورا پورا ادا نہیں کرتی۔ (مسند احمد)

رفیقۂ حیات کا حق:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہترین ہو۔ (سنن ترمذی)

والدین کا حق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نمازوں کو اپنی مقررہ اوقات پر پڑھنا۔ میں نے کہا اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔ (ترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت اور علماء کے ساتھ وفا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسند بزار) نیز یہ بھی فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت، بچوں پر شفقت اور علماء کی تعظیم نہیں (باقی صـ۱۴ پر)

بچوں کا گوشہ

گلہری - جو کھیل کی شوقین ہوتی ہے (۱)

تم کتنے ہی جانداروں سے واقف ہو لیکن ان میں گلہری سب سے زیادہ پھرتیلی ہے۔ یہ چوہے کی نسل سے ہے لیکن عام چوہوں سے بڑی ہوتی ہے۔ یہ رہائشی بستیوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ اچھل کود کرتی ایک درخت سے دوسرے درخت پر چڑھتی ہے۔ دوڑتے ہوئے اچانک رک کر گلہری اپنی چھوٹی سی گردن اٹھا کر تعجب سے چاروں جانب دیکھتی ہے اور اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو اپنے چاروں پیروں پر اچھلتی کودتی آگے بڑھتی ہے۔ گلہری کو جیسے ہی خطرہ محسوس ہوتا ہے فوراً ایسی غائب ہوتی ہے کہ دشمن تعجب سے دیکھتا رہ جاتا ہے۔ یہ قلابازی کھاتے ہوئے درخت کی پتلی شاخ پر اتنی ہی آسانی سے دوڑ لگاتی ہے جتنی زمین پر۔ درخت کی شاخ سے لٹکنا اس کا خاص شوق ہے۔ اس کی دم اس کی دوڑ دھوپ میں بڑی مددگار ہے۔ ایک درخت سے دوسرے درخت پر جانے کے لیے گلہری بڑی آسانی سے چھلانگ لگاتی ہے۔ گلہری کے جسم اور ٹانگوں پر حرکت کو محسوس کرنے والے چھوٹے چھوٹے بال اس کے مددگار ہوتے ہیں۔ ان بالوں کے ذریعہ وہ ایک خاص دوری تک پہنچتے ہی اگلی ڈال کا اندازہ لگالیتی ہے اور پورے یقین کے ساتھ چھلانگ لگا کر دوسری شاخ پر جا پہنچتی ہے۔ ایشیائی نسل کی گلہری سب سے بڑی ہوتی ہے۔ یہ چوہے اور خرگوش کی طرح اپنا کھانا کتر کتر کر کھاتی ہے۔ ساری دنیا میں گلہری کی طرح کے کوئی ایک ہزار جاندار پائے جاتے ہیں جس میں گلہری کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ جیسے اڑنے والی گلہری، لکڑی کترنے والی گلہری، پھل کترنے والی گلہری سبھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس کے آگے کے دانت بہتر تیز ہوتے ہیں جس سے وہ لکڑی کے علاوہ اخروٹ، بادام، روٹی، چمڑا تک کترا ڈالتی ہے۔ اس کی پسندیدہ غذا پھل، بادام، امرود، مونگ پھلی، ٹہنیاں اور چھوٹے جاندار ہیں۔ گلہری کے بچے جب چھوٹے ہوتے ہیں تو اس کے جسم پر بال نہیں ہوتے اور آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں۔ جب تک چھوٹے ہوتے ہیں ماں ان کی دیکھ بھال کرتی ہے اور کھانے جمع کرتی پھرتی ہے۔ بچوں کو درخت پر چڑھنا سکھاتی ہے۔ پہلے وہ خود بھاگ کر اوپر چڑھتی ہے، بچے کو مڑ کر دیکھتی ہے، پھر خاص طرح کی آواز نکالتی ہے۔ ایسا وہ کئی بار کرتی ہے۔ آخرکار بچہ بھی چڑھنا سیکھ لیتا ہے۔ جب باہر بچے نکلنے لگتے ہیں تو وہ انھیں دوسرے گھونسلے دکھاتی ہے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں کو خود پورا کریں۔ کبھی وہ خود دوسرا گھونسلا بناتی ہے۔ کچھ گلہریاں بل میں رہتی ہیں تو کوئی اپنی بستی بسا کر رہنا پسند کرتی ہیں۔ کچھ پتھروں کے بیچ کودتی پھرتی ہیں۔ ایسی بھی ہیں جو صرف درختوں پر زندگی گزارتی ہیں۔ یہ زیادہ تر دن میں دوڑتی پھرتی ہیں۔ ان کا چہرہ بہت چھوٹا لیکن آنکھیں بڑی ہوتی ہیں۔ ایک دو قسمیں گلہریوں کی ایسی بھی ہیں جو رات میں گھومنا پسند کرتی ہیں۔ اُڑنے والی گلہریاں بھی ہیں، ان کے ہاتھ سے لے کر پیر کے درمیان پتلی پتلی جلد ہوتی ہے جس کی مدد سے یہ کودتی پھرتی ہیں۔ (جاری)

گوشۂ خواتین

اسلام میں عورتوں کے حقوق واختیارات (۱)

اسلام میں مومن عورت مختلف اعتبار سے اعلیٰ حیثیت ومقام رکھتی ہے۔ اگر وہ 'ماں' ہے تو اولاد کو قسم ہے کہ اس کے ساتھ احسان کرو۔ (نساء:۳۶) اگر بوڑھی ہوجائے تو اسے اف تک نہ کہو، اسے ہرگز نہ جھڑکو، اس سے نرم لہجے میں احترام کے ساتھ گفتگو کرو، فرطِ محبت میں اس کے سامنے جھکے رہو اور رب کریم سے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہو۔ (نساء:۲۳، مفہوم)

اور یہ بھی کہ ماں کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔ اسی لیے ایک صحابی کے دریافت کرنے پر کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ کی زبانِ مبارک سے تین بار نکلا: ماں، پھر ماں، پھر ماں اور پھر باپ۔ عورت اگر بیٹی ہے تو جسے بیٹیوں کے ذریعے ان کی پرورش و پرداخت کے تعلق سے آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے صبر سے کام لیا اور انھیں اپنی حیثیت کے موافق کھلایا، پلایا اور پہنایا تو یہ چیز اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائے گی۔ جس شخص کے کوئی بچی تھی اور اس نے اسے زندہ درگور نہیں کیا، اسے ذلیل نہیں کیا اور نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح نہیں دی تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے، جس نے تین یا دو بچیوں کی پرورش کی ان کو اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرکے ان کا نکاح کردیا، ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا تو اس کے لیے وعدۂ جنت ہے۔ اور اگر بیوی ہے تو نیک بیوی بہترین سامانِ دنیا ہے۔ نیک بیوی سعادت مندی کی علامت ہے۔

مومن عورت کے حقوق: عام طور پر ذہنوں میں یہ غلط فہمی راسخ ہے کہ حقوق صرف مردوں کے عورتوں کے ذمے ہیں، جن کی ادائیگی ہر حال میں عورت کو کرنی ہوگی اور اس کے لیے ان آیات واحادیث کا سہارا لیا جاتا ہے جن میں مرد کو عورت پر فوقیت دی گئی ہے اور عورت سے کہا گیا ہے کہ مرد کے حقوق کا خیال رکھے، اس کی جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت کرے۔ (النساء:۳۴)

بہترین بیوی اسے قرار دیا گیا ہے جو اپنے ظاہر سے خاوند کے رنج کو مسرت میں تبدیل کردے، شوہر کا حکم بجالائے، اس کی غیر موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ اگر میں کسی کو کسی شخص کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں سے کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے اور عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے وغیرہ۔ حالانکہ کتاب وسنت میں مردوں کے ذمہ بھی عورتوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں اور نجات وبخشش کے لیے مردوں پر ان کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: ''عورتوں کے لیے بھی (مردوں پر) اسی طرح کے حقوق ہیں جس طرح کے حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں۔'' (البقرہ:۲۲۸) ذیل میں عورتوں کے چند حقوق کی جانب اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

قادیانی مسائل: سوال وجواب کی روشنی میں ۴

مسلمان عورت سے قادیانی کا نکاح

سوال: ہمارے علاقے میں ایک خاتون رہتی ہیں جو بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتی ہیں نیز محلّہ کی مستورات تعویذ گنڈے اور دینی مسائل کے بارے میں موصوفہ سے رجوع کیا کرتی ہیں لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا شوہر قادیانی ہے۔ موصوفہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے یہ موقف اختیار کیا کہ اگر میرا شوہر قادیانی ہے تو کیا ہوا میں تو مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ میرے ساتھ اور اس کا اس کے ساتھ، اس کے عقائد سے میری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آپ سے یہ دریافت کرنا مطلب ہے کہ:

(۱) کسی مسلمان مرد یا عورت کا کسی قادیانی مذہب کے حامل افراد سے زن وشوہر کے تعلقات قائم رکھنا کیسا ہے؟ (۲) اہل محلّہ کا شرعی معاملات میں اس خاتون سے رجوع کرنا نیز معاشرتی تعلقات قائم رکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: کسی مسلمان خاتون کا کسی غیر مسلم سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ قادیانی سے نہ کسی دوسرے غیر مسلم سے اور نہ کوئی مسلمان خاتون کسی قادیانی کے گھر رہ سکتی ہے، نہ اس سے میاں بیوی کا تعلق رکھ سکتی ہے۔ یہ خاتون جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے، اگر اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تو اس کو اس کا مسئلہ بتا دیا جائے۔ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد اسے چاہیے کہ وہ قادیانی مرتد سے فوراً قطع تعلق کرلے اور اگر وہ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی بدستور قادیانی کے ساتھ رہتی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ درحقیقت خود بھی قادیانی ہے، محض بھولے بھالے مسلمانوں کو الو بنانے کے لیے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی ہے۔ محلے کے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے کہ اس سے قطع تعلق کریں اور اس سے بھی وہی سلوک کریں جو قادیانی مرتدوں سے کیا جاتا ہے۔ اس سے بچوں کو قرآن کریم پڑھوانا تعویذ گنڈے لینا، دینی مسائل میں اس سے رجوع کرنا اس سے معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔

اگر کوئی جانتے ہوئے قادیانی عورت سے نکاح کرلے تو اس کا شرعی حکم

سوال: اگر کوئی شخص کسی قادیانی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ عورت قادیانی ہے عقد کرلیتا ہے تو اس کا نکاح ہوا کہ نہیں اور اس شخص کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟

جواب: قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے۔ رہا یہ کہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والا مسلمان بھی رہا یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

(الف) اگر اس کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد معلوم نہیں۔ یا (ب) اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ قادیانی مرتدوں کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو خارج از ایمان نہیں کہا جائے گا البتہ اس شخص پر لازم ہے کہ مسئلہ معلوم ہونے پر اس قادیانی مرتد عورت کو مسلمان کرلے اور اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو فوراً علیحدہ کردے اور آئندہ کے لیے اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھے اور اس فعل پر توبہ کرے۔ اور اگر یہ شخص قادیانیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو یہ شخص بھی کافر اور خارج از ایمان ہے کیونکہ عقائد کفریہ کو اسلام سمجھنا خود کفر ہے۔ اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

قادیانی نواز وکلاء کا حشر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ دین متین اس مسئلے میں کہ گزشتہ دنوں مردان میں قادیانیوں نے ربوہ کی ہدایت پر کلمہ طیبہ کی توہین کی۔ اس حرکت پر وہاں کے علمائے کرام اور غیرت مند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کردیا اور فاضل جج نے ضمانت مسترد کرتے ہوئے ان کو جیل بھیج دیا۔ اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کررہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز ثابت کرنے کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔ ان وکلاء صاحبان میں ایک سید

تحریر: مولانا ابوعمار محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

ہے۔ براہِ کرم قرآن اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ شریعت محمدیؐ کی رو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟

جواب: قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہوگا اور دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ یہ وکلاء جنھوں نے دین محمدؐ کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے، قیامت کے دن غلام احمد کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے لیکن شعائر اسلامی کے مسئلہ پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور دوسری طرف قادیانی جماعت ہے۔ جو شخص دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قادیانیوں کی حمایت و وکالت کرتا ہے وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل نہیں ہوگا خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر یا حاکم وقت۔

قادیانی نواز کو سمجھایا جائے

سوال: قادیانی کافر مرتد اور زندیق ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ لین دین رکھتا ہے، کھاتا پیتا ہے اور مسلمانوں کی بات کو رد کرتا ہے، قرآن وسنت کے مطابق اس آدمی کا بائیکاٹ کیا جائے یا نہیں؟ اس کے ساتھ کیسا سلوک کی جائے جس سے وہ آدمی اس حرکت سے باز آجائے؟

جواب: جو شخص قادیانیوں کو کافر ومرتد اور زندیق بھی سمجھتا ہے اگر ان سے کاروبار کرتا ہے تو اپنی ایمانی کمزوری سے ایسا کرتا ہے، اس کو سمجھانے کی کوشش کی جائے اور اس سے قطع تعلق نہ کیا جائے۔

قادیانی نوازوں کے بارے میں مفید مشورہ

سوال: ہمارے علاقہ میں کچھ مرزائی رہتے ہیں۔ جب ہم نے ان کے خلاف مہم شروع کی تو کچھ لوگوں نے تو ہمارا ساتھ دیا لیکن بعض نے ہماری مخالفت کی۔ ہمیں برا بھلا کہا لیکن ہم نے ان کی پروا کیے بغیر کام کیا۔ مخالفوں نے مرزائیوں کی حمایت کی، ان کو پناہ دی، ان کو کاروبار چلانے کے لیے جگہ دی ان کی ہر ممکن امداد کی، ان سے ہر قسم کا برتاؤ کیا، ان کے ساتھ کھانا کھایا، چائے پی، ہم نے ان کو ٹوکا تو ہمارے خلاف ہوگئے۔ آپ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں ان سوالوں کا جواب دیں۔

(۱) مرزائی نوازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) ہمیں مرزائی نوازوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

(۳) مرزائی نواز مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، کیا ان کو مسجد میں نماز پڑھنے دینا چاہیے؟

(۴) کیا مرزائی نوازوں کا ایمان خطرے میں نہیں ہے؟ ان سوالوں کا جواب جلدی دیں، شکریہ۔ ہم رسالہ 'ختم نبوت' مسلسل ڈھائی ماہ سے پڑھ رہے ہیں، اس کا انتظار رہتا ہے۔ ان سوالوں کا جواب جلدی اور ضرور دیں۔

جواب: ان بے چاروں کو مرزائیوں کے عقائد کا علم نہیں ہوگا یا مرزائیوں نے ان کو کسی تدبیر سے جکڑ رکھا ہوگا۔ آپ انھیں ختم نبوت اور قادیانیوں سے متعلق لٹریچر پڑھائیں۔

قادیانیوں کا ذبیحہ حرام ہے

سوال: کیا قادیانیوں کے ہاتھ کا لایا ہوا سودا سلف اور ان کا ذبیحہ جائز ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا جانور جائز ہے؟

جواب: قادیانیوں کا ذبح کیا ہوا جانور تو مردار اور حرام ہے، ان کا لایا ہوا سودا سلف جائز ہے مگر ان سے منگوانا جائز نہیں اور ان سے قطع تعلق نہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

سوال: کیا اسلام مجھے اپنی بیوی پر یہ پابندی لگانے کا حق دیتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو قادیانی رشتہ داروں سے نہ ملنے دوں؟

جواب: ضرور پابندی ہونی چاہیے۔

جس نے کہا قادیانی مسلمانوں سے اچھے ہیں وہ قادیانیوں سے بدتر کافر ہوگیا

سوال: میرے ایک مسلمان ساتھی نے بحث کے دوران کہا کہ آپ (مسلمانوں) سے مرزائی اچھے ہیں اور مرزائی مسلمان ہیں کیونکہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، قرآن پاک پڑھتے ہیں حالانکہ یہ بات ہر ایک کے علم میں ہے کہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس وقت کی قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا جس میں علمائے دین کے کردار وخدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اب آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ مرزائی کو مسلمان کہنا اور مسلمان سے مرزائی کو اچھا کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جس شخص نے یہ کہا کہ قادیانی مسلمانوں سے اچھے ہیں وہ خود قادیانیوں سے بدتر کافر ہوگیا۔ اپنے اس قول سے توبہ کرے اور اپنے نکاح وایمان کی تجدید کرے۔

قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے والے کا شرعی حکم

سوال: کوئی شخص قادیانی گھرانے میں رشتہ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں، اسلام میں ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہو اس کے باوجود ان کو مسلمان سمجھے تو ایسا شخص خود مرتد ہے کہ کفر کو اسلام سمجھتا ہے۔ (جاری)

اللہ اللہ میری قسمت ایسا رتبہ اور میں

سُرورؔ بارہ بنکوی

اللہ اللہ میری قسمت ایسا رتبہ اور میں
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خوابِ طیبہ اور میں

دم بخود ہیں آج دونوں، میری دنیا اور میں
بارگاہ صاحبِ یٰسین و طٰہٰ اور میں

آج ان آنکھوں کو بینائی کا حاصل مل گیا
رو برو ہے گنبدِ خضریٰ کا جلوہ اور میں

آپ کی چشمِ کرم کا میں نے دیکھا معجزہ
آپ کے روضے کی جالی میرے آقا اور میں

آپ ہی چاہیں تو رکھ لیں آبرو ورنہ حضور
اپنے منہ سے آپ کی نسبت کا دعویٰ اور میں

مجھ کو اذنِ بار یابی اور اس انداز سے
آپ پر قرباں مرے اجداد و آباء اور میں

میں جہاں ہوں اب وہاں محسوس ہوتا ہے سرور
جیسے پیچھے رہ گئے ہوں میری دنیا اور میں

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔
صفحات ۱۹۶ سائز: ۲۳×۳۶/۸ قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

تری پورہ فساد پر ایڈیٹرز گلڈ آف انڈیا کی رپورٹ اور حقائق کا انکشاف

رپورٹ: عبدالماجد نظامی

تری پورہ فرقہ وارانہ فسادات پر ایڈیٹرس گلڈ آف انڈیا کی سہ رکنی ٹیم نے اپنی رپورٹ پیش کردی ہے۔اس سہ رکنی ٹیم میں آزاد صحافی بھارت بھوشن، ایڈیٹرز گلڈ آف انڈیا کے جنرل سکریٹری سنجے کپور اور 'امپھال ریویو آف آرٹس اینڈ پولیٹکس' کے ایڈیٹر پردیپ بھانجو بام بطور ممبر شامل تھے۔ اس رپورٹ کا مقصد فسادات سے متعلق حقائق سے پردہ اُٹھانا اور تری پورہ میں میڈیا کی آزادی کی صورتحال کا جائزہ لینا تھا۔ جو کچھ اس رپورٹ میں پیش کیا گیا ہے وہ اس ملک کے تمام انصاف پسندوں اور جمہوری اداروں کی حفاظت کے لیے کوشاں رہنے والوں کے لیے باعث تشویش ہے۔

رپورٹ سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ اکتوبر کے مہینہ میں جو فرقہ وارانہ فسادات تری پورہ میں ہوئے بلکہ کروائے گئے ان کا استعمال بی جے پی کی قیادت والی تری پورہ سرکار نے سیاسی فائدہ کے لیے کیا اور فسادات کو روکنے میں کسی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ تری پورہ سرکار نے بنگالی ہندوؤں کے درمیان اپنے ووٹ بینک کو مضبوط کرنے کی خاطر فسادات کو روکنے میں دلچسپی نہیں دِکھائی۔ اس کے برعکس یہ کہہ کر جواز فراہم کرنے کی کوشش کی گئی کہ بنگلہ دیش میں ہندوؤں پر جو حملے ہوئے تھے ان کا یہ فطری ردّعمل تھا۔ رپورٹ میں پولیس اور انتظامیہ پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ انھوں نے ذمہ داریوں کو نبھانے میں پیشہ ورانہ طرزِ عمل کا ثبوت پیش نہیں کیا اور اکثریتی طبقہ کی دادا گیری کو شہ دینے میں ملوث پائے گئے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ جب درگا پوجا کے موقع پر بنگلہ دیش میں ہندو اقلیت پر حملوں کی خبریں آئی تھیں تب وشو ہندو پریشد جیسی شدت پسند ہندو جماعتوں نے تری پورہ کے الگ الگ حصوں میں سینکڑوں ریلیاں نکالی تھیں۔ اس موقع پر فرقہ وارانہ فسادات کے واقعات اور مسجدوں پر مبینہ حملوں اور انھیں نذرِ آتش کرنے کی خبریں میڈیا میں آئی تھیں۔ اس کے باوجود تری پورہ سرکار مسلسل یہ کہہ رہی تھی کہ سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے اور ماحول پرامن ہے۔ جن صحافیوں نے فسادات اور آتش زنی کے واقعات پر قلم اُٹھایا ان کے خلاف کارروائیاں کی گئیں۔ صحافیوں کے علاوہ وکلا اور سماجی کارکنان کو نشانہ بنایا گیا اور ان میں سے بعض لوگوں کے خلاف یو اے پی اے جیسے سخت قانون کا استعمال بھی کا گیا۔ بعض مقامی صحافیوں کے حوالے سے رپورٹ میں اس بات کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ اگرچہ تری پورہ سرکار نے مساجد پر حملہ سے ہمیشہ انکار کیا ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ کم از کم دس مسجدوں پر حملے ہوئے اور انھیں نقصان پہنچایا گیا۔ ایک صحافی نے یہ بھی بتایا کہ پولیس عملہ سرکار کے بیانیہ کو پیش کرنے میں جنون کی حد تک سرگرم نظر آیا۔ انھوں نے پوری کوشش کی کہ حقیقت کو چھپایا جائے اور سرکار کی امیج پر آنچ نہ آنے پائے اور اسی لیے اگر کسی ہلکے یا متبادل واقعہ کا پتہ پولیس کو چلا تو انھوں نے سنگین واقعات کو چھپا کر ہلکے واقعات کا ذکر کر دیا تا کہ صورتحال کی شدت پر پردہ ڈالا جا سکے۔ مثلاً ایک نماز ہال پر حملہ کے واقعہ کو مثال بنا کر پولیس نے یہ عمومی بیان دے دیا کہ باضابطہ مساجد پر حملے نہیں ہوئے ہیں حالانکہ اگرتلہ کے ایک صحافی کے بقول اس نے خود تین مسجدوں کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ رپورٹ کا کہنا ہے کہ تری پورہ فسادات کو نومبر کے اخیر میں ہونے والے میونسپل الیکشن کے سیاق میں بھی دیکھا جانا چاہیے۔ چونکہ قبائلی علاقوں میں بی جے پی کو سخت سیاسی نقصان پہنچا تھا اور اسے خدشہ تھا کہ کہیں باقی حصوں میں بھی وہی صورتحال پیش نہ آئے۔ ایسے میں بنگلہ دیش کا فرقہ وارانہ فساد بی جے پی کے لیے نعمت غیر مترقبہ بن کر آیا جس کا سیاسی استعمال پورے طور پر کیا گیا۔ وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور ہندو جاگرن منچ وغیرہ نے تری پورہ میں تشدد کے ذریعہ فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکانے میں پورا تعاون پیش کیا اور مسلم اقلیت کو نشانہ بنایا۔ تری پورہ میں ترنمول کانگریس پارٹی کے داخلہ سے بی جے پی مزید بوکھلا گئی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مغربی بنگال کے بعد تری پورہ میں بھی ممتا بنرجی کی پارٹی ایک طاقت بن کر اُبھرے جہاں بنگالی زبان بولنے والے ہندوؤں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے اور اسی لیے فساد کے ماحول کو پروان چڑھنے دیا گیا۔

اس رپورٹ میں مقامی میڈیا کے تعلق سے ایک دلچسپ لیکن نہایت افسوسناک پہلو کا ذکر کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مقامی میڈیا اور بی جے پی سرکار کے درمیان زبردست تال میل ہے۔ مقامی میڈیا انہی باتوں کو پھیلاتا ہے جو سرکار کے حق میں ہوں اور اسی لیے مسلم اقلیت کے خلاف ہونے والے فسادات اور تشدد کے بارے میں مقامی صحافیوں نے نہیں لکھا۔ صرف انہی صحافیوں نے ان کے بارے میں لکھا جو قومی میڈیا میں لکھتے رہتے ہیں۔ بعض تو وہ صحافی تھے جو خوف کھا کر خاموش رہے لیکن کچھ دیگر صحافیوں نے اس لیے بھی تشدد کے واقعات پر نہیں لکھا کہ انھیں کہیں ترنمول پارٹی کا سازش کا حصہ نہ قرار دے دیا جائے۔ اس رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرکزی سطح پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مکمل عکس تری پورہ میں نظر آتا ہے۔ پولیس اور انتظامیہ سے لے کر مقامی میڈیا تک سبھی اپنی اہم ذمہ داریوں سے پہلو تہی کر رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ تری پورہ سرکار کی تنقید ن کی جائے اور بی جے پی نے نیشنلزم اور قومیت کا جو نیا معیار قائم کیا ہے، اس پر پورا اُترا جائے خواہ اس کے لیے جمہوری اداروں کی قربانی ہی کیوں نہ پیش کرنی پڑے۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ ملک کی سالمیت کو جو خطرہ درپیش ہے وہ بہت سنگین ہے اور اس کے خلاف عوام کو پوری قوت کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہندستان کا صدیوں پرانا امن و آشتی کا ماحول باقی رہ سکے اور ملک کو ترقی کی منازل طے کرنے کا موقع میسر آتا رہے۔ حال ہی میں ایک انٹرویو کے دوران فاروق عبداللہ کی آنکھوں سے چھلکنے والے آنسوؤں میں بھی ملک کی موجودہ تشویشناک صورتحال کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے اور یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ ملک کی دِشا اور دَشا کیا ہے۔ □□ (بشکریہ راشٹریہ سہارا)

یوپی کے ۴۵ ممبرانِ اسمبلی پر الزامات طے

بی جے پی کے ۳۲، ایس پی کے ۵، اور بی ایس پی وا پنا دل ایس کے ۳-۳ ممبرانِ اسمبلی شامل

عدالت نے اترپردیش کے ۴۵ ممبرانِ اسمبلی پر عوامی نمائندگی ایکٹ (پی آر ایکٹ) ۱۹۵۱ء کی دفعہ ۸ (۱)، (۲) اور (۳) کے تحت الزامات طے کیے ہیں۔ ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارم اور یوپی الیکشن واچ نے ۳۹۶ موجودہ ممبرانِ اسمبلی کے حلف ناموں کا جائزہ لیا ہے۔ ان میں سے ۴۵ (۱۲ فیصد) ایسے ممبرانِ اسمبلی ہیں جن پر عوامی نمائندگی ایکٹ کے تحت آنے والے جرائم کے لیے عدالت نے الزامات طے کیے ہیں۔ جن ممبرانِ اسمبلی پر عدالت کی جانب سے الزامات طے کیے گئے ہیں ان میں بی جے پی کے سب سے زیادہ ۳۲، سماجوادی پارٹے کے ۵، اور بی ایس پی وا پنا دل کے ۳-۳ ممبرانِ اسمبلی شامل ہیں۔

- ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارم اور یوپی الیکشن واچ نے ۳۹۶ موجودہ ممبرانِ اسمبلی کے حلف ناموں کا لیا جائزہ۔
- بارہ فیصد ممبرانِ اسمبلی پر عوامی نمائندگی ایکٹ (پی آر ایکٹ) ۱۹۵۱ء کی دفعہ ۸(۱)، (۲) اور (۳) کے تحت طے کیے گئے الزامات۔
- ۴۵ ممبرانِ اسمبلی کے حلاف مجرمانہ معاملات زیر التوا ہونے کی اوسط تعداد تیرہ برس ہے جبکہ ۳۲ ممبران کے خلاف دس برس یا اس سے زائد وقت سے کل ۶۳ مجرمانہ معاملات زیر التوا ہیں۔

اے ڈی آر کے جائزے کے مطابق ۴۵ ممبرانِ اسمبلی کے خلاف مجرمانہ معاملات زیر التوا ہونے کی اوسط تعداد تیرہ برس ہے، جبکہ ۳۲ ممبران کے خلاف دس برس، اس سے زائد وقت سے کل ۶۳ مجرمانہ معاملات زیر التوا ہیں۔ موجودہ ممبرانِ اسمبلی میں سے جن پر ۲۰ سے زائد برسوں سے مقدمات زیر التوا ہیں، ان میں پہلے مقام پر بی جے پی کے مڑیہان حلقہ کے ممبر اسمبلی رما شنکر سنگھ، دوسرے مقام پر بی ایس پی کے مئو سے ممبر اسمبلی مختار انصاری اور تیسرے مقام پر بی جے پی کے دھام پور کے ایم ایل اے اشوک کمار رانا ہیں۔ واضح رہے کہ عوامی نمائندگی ایکٹ ۱۹۵۱ء کی دفعہ ۸ میں پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کے رکن کے ساتھ ساتھ اسمبلی یا ریاستی کونسل کے ممبر ہونے اور منتخب کیے جانے والے اشخاص کے لیے نااہل قرار دینے کا نظم ہے۔ ایکٹ کی دفعہ ۸ کی ذیلی دفعات (۱، ۲، اور ۳) میں نظم ہے کہ ان میں سے کسی بھی ذیلی دفعہ میں درج جرم کے لیے قصوروار شخص کو جرم ثابت ہونے کی تاریخ سے نااہل کیا جائے گا اور اس کی رہائی کے چھ سال بعد تک کی مدت کے لیے وہ نااہل بنا رہے گا۔

بُلی بائی ایپ کی ماسٹر مائنڈ خاتون کو بھی ممبئی پولیس نے اتراکھنڈ سے گرفتار کیا

سوشل میڈیا پر زوردار طریقے سے اپنی بات رکھنے والی مشہور مسلم خواتین کی تصویریں اَپ لوڈ کر ان کی نیلامی کرنے والی ایپ بُلی بائی کی اہم ملزمہ اتراکھنڈ کی ایک خاتون ہے۔ اسے ممبئی پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ممبئی پولیس نے ایک دن قبل ہی اس شاطر خاتون کے نوجوان ساتھی کو بنگلورو سے گرفتار کیا تھا جو انجینئرنگ کا ۲۱ سالہ اسٹوڈنٹ ہے۔ ممبئی پولیس خاتون کو اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ ابھی خاتون کی شناخت ظاہر نہیں کی گئی ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ اتراکھنڈ کی رہنے والی اہم ملزمہ خاتون اور بنگلورو سے گرفتار طالب علم ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔ اس لیے آسانی سے دونوں کے جڑے ہونے کی تصدیق بھی ہو گئی۔ ملزمہ ایپ سے جڑے تین اکاؤنٹس چلا رہی تھی، جبکہ اس کا دوست خالصا سپریمسٹ کے نام سے اکاؤنٹ چلا رہا تھا۔ دونوں نے ایپ پر مسلم خواتین کے خلاف نہ صرف ہتک آمیز باتیں لکھیں، بلکہ ان کی بولی لگانے جیسا گھناؤنا کام بھی کیا۔ غور طلب ہے کہ سوشل میڈیا پر بلی بائی نامی ایپ کچھ دنوں سے سرخیوں میں ہے۔ اس پر ان مسلم خواتین کو بے عزت کیا جا رہا ہے جو سوشل میڈیا پر سرگرم ہیں اور حکومت و بی جے پی کے خلاف بے باکی سے اپنی رائے رکھتی ہیں۔ بلی بائی ایپ کھولنے پر کسی مشہور مسلم خاتون کی تصویر سامنے آتی ہے، جسے 'بلی ڈیل آف دی ڈے' کے نام سے شیئر کیا جاتا ہے۔

تجزیہ

پرویز حفیظ

پاکستان دولخت کیوں ہوا؟

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کے دن مشرقی بازو کٹ کر الگ ہو جانے کے سبب پاکستان دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ پچھلے ہفتے اس تاریخی واقعے کے پچاس سال مکمل ہو گئے۔ بنگلہ دیش نے اس موقع پر اپنی آزادی کی پچاسویں سالگرہ اور ہندستان نے جنگ میں پاکستان پر حاصل کی گئی فتح کی یاد میں 'وجے دوس' کی گولڈن جوبلی منائی اور پاکستان میں سوگواری طاری رہی۔ پچاس سال قبل پاکستان کے دو ٹکڑے بھی ہوئے تھے اور پاکستانی قوم کو ہندستانی فوج کے سامنے پاکستانی فوج کے سرینڈر کی رسوائی بھی جھیلنا پڑی تھی۔ پاکستان میں دانشور ابھی بھی اس موضوع پر بحث میں مصروف ہیں کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کی کیا وجوہات تھیں اور اس کے لیے ذمہ دار کون تھا۔ پاکستان کے ٹوٹنے کے متعدد سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، لسانی، ثقافتی اور تہذیبی اسباب ہیں جن کے متعلق پچھلے پچاس برسوں میں محققین، فوجی جنرلوں، سیاسی لیڈروں اور صحافیوں نے بے شمار کتابیں اور مقالے لکھے ہیں اور ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

پاکستان کے ٹوٹنے کے یہ تمام اسباب اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں تاہم میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان سب کی جڑ نظام حکومت کی صرف ایک بنیادی خرابی تھی۔ اگر مجھ سے پاکستان کے اس قومی سانحے کی ایک سب سے اہم وجہ دریافت کی جائے تو میرا جواب ہوگا جمہوریت کا فقدان، ہندستان اور پاکستان ایک ہی وقت آزاد ہوئے لیکن ہندستان کی خوش قسمتی یہ تھی کہ اسے ایسے سیاسی قائدین ملے جنھوں نے اسے ایک ایسا سیکولر جمہوری ملک بنایا جس میں آئین اور قانون کی حکمرانی اور پارلیمانی نظام حکومت ہو۔ پنڈت نہرو اور ان کے رفقاء نے ہندستان میں جمہوریت کے پودے کو اتنی لگن، جانفشانی اور دیانت داری سے سینچا اور پروان چڑھایا کہ وہ بہت جلد ایک تناور درخت بن گیا لیکن بدقسمتی سے پاکستان کے قیام کے سال بھر بعد ہی قائد اعظم جناح کے انتقال اور اس کے تھوڑے عرصے بعد وزیر اعظم لیاقت علی خان کے قتل نے نوزائید ملک کی سیاست میں انتشار اور عدم استحکام پیدا کر دیا۔ اس کے بعد پاکستان دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ نو سالوں تک ملک کا آئین نہیں بن پایا اور ۱۹۵۶ء میں بنے پہلے آئین کو فوجی ڈکٹیٹر ایوب خان نے دو سال بعد ہی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ عمران خان سے پہلے پاکستان نے ۲۲ وزیر اعظم دیکھے لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی پانچ سالہ میعاد مکمل کرنا نصیب نہیں ہوا؟ ایک وزیر اعظم (حسین شہید سہروردی) تیرہ ماہ تک گدی پر رہا تو دوسرا (انور الامین) تیرہ دن تک۔ دو وزیر اعظم (لیاقت علی خان اور بے نظیر بھٹو) کو قتل کر دیا گیا۔ وزیر اعظم کی کرسی کو میوزیکل چیئر کے کھیل میں تبدیل کرنا جمہوریت اور آئین کا مذاق نہیں تھا تو پھر اور کیا تھا؟

جمہوریت کی زبوں حالی کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ پہلے صاف ستھرے عام انتخابات قیام پاکستان کے ۲۳ برسوں کے بعد ہوئے۔ دراصل پاکستان شروع سے اپنی نظریاتی بنیادوں کے متعلق کنفیوژن اور تضاد کا شکار رہا۔ اس کے قائدین یہ طے نہیں کر سکے کہ نیا ملک خالص اسلامی اسٹیٹ بنے گا یا سیکولر جمہوری ریاست۔ اس پر افتاد یہ پڑی کہ فوج ہمیشہ امورِ حکومت میں پوری طرح دخل اندازی کرتی رہی۔ پچھلے ۷۴ برسوں میں تین دہائیوں سے زیادہ عرصے تک ملٹری پاکستان پر براہِ راست حکومت کرتی رہی۔ وقفے وقفے سے فوجی بغاوتیں ہوتی رہیں اور مارشل لا نافذ ہوتے رہے۔ فوج جب براہِ راست اقتدار میں نہیں رہتی اس وقت بھی وہ پردے کے پیچھے سے سیاسی حکمرانوں کو اپنے اشاروں پر نچاتی رہتی۔ آج بھی اگرچہ سیاسی سربراہ عمران خان ہیں لیکن ملک کی باگ ڈور درحقیقت آرمی چیف جنرل قمر باجوہ کے ہاتھوں میں ہے۔ عمران خان یوں تو ۲۰۱۸ء میں الیکشن جیت کر اقتدار میں آئے تھے لیکن اپوزیشن کا الزام ہے کہ وہ منتخب یعنی الیکٹیڈ نہیں بلکہ مقتدرہ کے ذریعہ سلیکٹیڈ وزیر اعظم ہیں۔ دنیا کے کئی ممالک میں اکثریت اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک اور ان کا استحصال کرتی ہے۔ مسلسل ناانصافیوں اور حق تلفیوں سے تنگ آ کر اقلیتیں پہلے احتجاج اور مزاحمت کرتی ہیں اور اگر پھر بھی ان کے ساتھ تعصّبانہ سلوک جاری رہا تو علیحدگی کا مطالبہ کرتی ہیں اور اپنے حق کے لیے ہتھیار تک اُٹھا لیتی ہیں۔ پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک تھا جہاں اکثریت نے اقلیت کے ظلم، ناانصافی اور متعصّبانہ سلوک سے تنگ آ کر بغاوت کر دی اور ملک سے الگ ہو گئی۔ پاکستان میں بنگالیوں کو جن کی آبادی ۵۶ فیصد تھی اور جو اکثریت میں تھے ہر قدم پر پنجابی اقلیت کی ناانصافیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان کی تحریک جس پارٹی (مسلم لیگ) نے شروع کی تھی وہ ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں بنی تھی اور ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں ایک علیحدہ مسلم ریاست (جسے پاکستان کا نام دیا گیا) کی قرارداد بھی ایک بنگالی فضل الحق نے پیش کی تھی۔ بنگالیوں نے پاکستان کے قیام کے لیے بہت زیادہ قربانیاں دی تھیں پھر بھی پاکستان کی سیاسی قیادت، فوجی افسران، نوکر شاہی اور ملک کی اشرافیہ نے ہمیشہ ان کو کمتر سمجھا اور ان کی تضحیک کی۔ ملک کی معیشت میں مشرقی پاکستان کی زیادہ حصہ داری تھی لیکن ترقیاتی پروجیکٹ مغربی پاکستان میں لگتے رہے۔ اُردو کو پورے ملک کی واحد قومی زبان بنا دیا گیا جبکہ ملک کی اکثریت کے ذریعہ بولی جانے والی زبان بنگلہ تھی۔ قیام پاکستان کے ایک سال بعد ہی کیے گئے اس بدبختانہ فیصلے نے بنگالیوں کے دلوں میں حکومت کے خلاف شدید بدگمانی اور بدظنی پیدا کر دی جو وقت کے ساتھ بڑھتی گئی اور ایک دن ان کی علیحدگی تک جا پہنچی۔

بنگالیوں کی عددی برتری کو تسلیم کرنے سے ہمیشہ انکار کیا گیا۔ عوام کی حکمرانی جمہوریت کی اساس ہوتی ہے۔ جمہوریت میں تمام شہری برابر کے حقوق رکھتے ہیں اور فیصلہ عوام کی اکثریت کی رائے سے ہی کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں سیاسی اور عسکری قوتوں کے ذریعہ جمہوریت کو پنپنے نہ دینے کی اہم وجہ یہی تھی، انھیں یہ ڈر تھا کہ اس طرح طاقت کا توازن بنگالیوں کے حق میں ہو جائے گا کیونکہ وہ اکثریت میں تھے۔ یاد رہے کہ عوامی لیگ نے پاکستان سے علیحدگی کی مانگ نہیں کی تھی۔ شیخ مجیب الرحمٰن صوبائی خودمختاری، بنگلہ زبان اور کلچر کے احترام، اقتصادی معاملوں میں منصفانہ حصہ داری، بالغ رائے دہی، دیانت دارانہ انتخابات اور پارلیمانی طرزِ حکومت کا مطالبہ کر رہے تھے۔ وہ بنگالیوں کو بھی برابری کے حقوق دیئے جانے پر اصرار کر رہے تھے۔ دراصل وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ملک کو جمہوری طریقے سے چلایا جائے لیکن انھیں غدار قرار دیا گیا اور ایوب خان نے مجیب کے چھ نکاتی پروگرام کی تحریک کو کچلنے کے لیے اگرتلہ سازش کیس میں انھیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا لیکن خصوصی ٹریبونل نے انھیں بے گناہ قرار دے کر رہا کر دیا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء میں ملک کے پہلے عام انتخابات تو کروائے گئے تاہم ان کے نتائج کو قبول نہیں کیا گیا۔ ۳۰۰ نشستوں والی قومی اسمبلی (پارلیمنٹ) میں مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ کو ۱۶۰، اور ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کو اس کی آدھی یعنی ۸۱ سیٹیں ملیں۔ واضح اکثریت حاصل کرنے کے باوجود مجیب الرحمٰن کو اقتدار نہیں سونپا گیا حالانکہ صدر یحییٰ خان نے انھیں

(باقی ص۱۴ پر)

کھیل کی دنیا: روہت شرما کو کیسے ملی کپتانی؟

وراٹ کوہلی پر دباؤ اس لیے بھی بڑھ رہا تھا کہ ان کے سامنے روہت شرما کی شکل میں ایک دعویدار سامنے آیا جوان کے برابر رن بنا رہا تھا اور ٹیم میں ان کی جگہ بھی پکی تھی۔ جب کپل دیو اور سنیل گواسکر انڈین کرکٹ ٹیم میں تھے تو دونوں سپر اسٹار تھے۔ اگر ایک وہاں نہیں تھا تو دوسرا آپشن کے طور پر موجود تھا۔ محمد اظہر الدین کپتان تھے اور تندولکر آپشن تھے۔ سوربھ گانگولی آئے تو راہل دراوڑ آپشن تھے لیکن جب گانگولی کا کوچ گریک چیپل سے جھگڑا ہوگیا تو فوری طور پر نیا کپتان راہل دراوڑ کو مقرر کر دیا گیا، جن کے پاس کرکٹ کا وسیع تجربہ تھا۔ شاید ۲۰۱۹ء کے ون ڈے ورلڈ کپ میں جہاں روہت شرما نے پانچ سنچریاں بنائیں اور پھر ٹیسٹ کرکٹ میں بطور اوپنر انتہائی کامیاب ثابت ہوئے تب وہ ایک آپشن کے طور پر سامنے آئے۔ اس کے بعد کوہلی کے آئی سی سی کا کوئی ٹورنامنٹ نہ جیتنے کی وجہ سے اس طرح کی باتوں کو زیادہ وزن ملا۔ یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ کیا کوہلی سے بہتر کپتانی کوئی کرسکتا ہے؟ کیا کپتانی سنبھالنے کے بعد کوہلی کا بیٹنگ لیول بڑھ سکتا ہے؟ سلیکٹرز کے ذہن میں یہ دونوں باتیں آئیں۔ کوہلی نے ٹی-۲۰ کی کپتانی بھی چھوڑ دی تھی، پھر سلیکٹرز نے ان سے ون ڈے کی کپتانی چھین لی۔ ان کا کہنا ہے کہ سلیکٹرز نے یہ پیغام بھی دیا کہ ہمیشہ ایک کپتان پر یقین رکھنے والی انڈین کرکٹ ٹیم کے اب وہ کپتان ہونے چاہئیں۔ ایسا پہلے شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ سوائے اس کے کہ دھونی سرخ گیند میں اور کوہلی سفید گیند میں کپتان تھے، کیونکہ دھونی ٹیسٹ کرکٹ کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ اگلے سال ایک اور ٹی-۲۰ ورلڈ کپ ہونے والا ہے جس میں انھیں روہت شرما کی شکل میں کپتان کی ضرورت ہے۔ ایسے میں روہت شرما اپنے کھلاڑیوں کو ایسی سمت دیں گے کہ وہ ون ڈے میں بھی کارآمد ثابت ہوں اور وراٹ کوہلی ٹیسٹ کرکٹ میں جگہ بنا سکیں۔ اگر ٹیسٹ کرکٹ میں وراٹ کی فارم اچھی نہیں ہے اور نتائج بھی توقعات کے مطابق نہیں آتے تو پھر روہت شرما کے نائب کپتان ہونے کی وجہ سے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ٹیسٹ کپتانی بھی کوہلی کے ہاتھ سے چلی جائے۔ اس معاملے پر انڈیا کے سابق کرکٹر اور سلیکٹر اشوک ملہوترا کا کہنا ہے کہ جب وراٹ کوہلی نے ٹی-۲۰ کی کپتانی چھوڑی تھی تب ہی سے نوشتہ دیوار تھا کہ وہ ون ڈے کرکٹ کے بھی کپتان ہوں گے کیونکہ وہائٹ بال کرکٹ کے دو کپتان نہیں ہوسکتے۔ شاید وراٹ کوہلی کو بھی اس بات کا علم تھا جس کی وجہ سے انھوں نے ٹی-۲۰ کی کپتانی چھوڑ دی۔ ان کی ٹیسٹ اور ون ڈے کی کپتانی بچ جائے لیکن ایسا ہوا نہیں اور ون ڈے کی کپتانی بھی چلی گئی۔ □□

۲۰۲۱ء ہندستانی کھیلوں کیلئے رہا شاندار

سال ۲۰۲۱ء ہندستانی کھیلوں کے لیے یادگار سال ثابت ہوا۔ کورونا قہر کی وجہ سے ایک سال تاخیر سے شروع ہونے والے ٹوکیو اولمپک اور پیرا اولمپک گیمز میں ہندستان نے اب تک کی اپنی سب سے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بالترتیب سات اور ۱۹ تمغے جیتے۔ ایتھلیٹ نیرج چوپڑا نے ٹوکیو میں تاریخی تھرو کے ساتھ ایتھلیٹکس میں ہندستان کو پہلا گولڈ میڈل دلایا۔ ہندستانی مردوں کی ہاکی نے چار دہائیوں کی خشک سالی کو ختم کرتے ہوئے کانسے کا تمغہ حاصل کیا۔ بیڈمنٹن اسٹار پی وی سندھو نے لگاتار دوسرا تمغہ جیت کر، پہلوان سشیل کمار کے مسلسل دو اولمپک میں میڈل جیتنے کے ریکارڈ کی برابری کی۔ خواتین لفٹر میرابائی چانو نے ٹوکیو میں چاندی کا تاریخی تمغہ جیتا۔ اولمپک ڈیبو کرنے والے روی کمار دہیا، بجرنگ پونیا، لولینا بورگوہین اور نیرج چوپڑا نے تمغے جیتے جبکہ میرابائی چانو، پی وی سندھو اور ہندستانی ہاکی ٹیم نے میڈل جیت کر لندن ۲۰۱۲ء کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ہندستان نے ٹوکیو پیرا اولمپک میں ۱۹ تمغے اپنے نام کیے جو کہ ایک سیزن میں سب سے زیادہ تھے اور یہ تعداد پچھلے سیزن میں مشترکہ طور سے جیتے گئے تمام تمغوں سے بھی زیادہ تھی۔ ہندستانی دستے نے ۵ طلائی، ۸ چاندی اور ۶ کانسے کے تمغے اپنے نام کیے۔ ہندستانی کھلاڑیوں نے ایتھلیٹکس میں آٹھ، شوٹنگ میں پانچ، بیڈمنٹن میں چار، ٹیبل ٹینس اور تیر اندازی میں ایک ایک تمغے جیتے ہیں۔

پیرا اولمپک گیمز کی تاریخ میں پہلی بار ہندستان کے تمغوں کی تعداد دوہرے ہندسے میں پہنچی۔ اس سے قبل ہندستان نے بہترین کارکردگی ۲۰۱۶ء کے ریو پیرا اولمپک میں کی تھی جہاں دو گولڈ سمیت ہندستانی دستے نے چار تمغے جیتے تھے۔ پیرا شوٹر اونی لیکھارا پیرا اولمپک گولڈ جیتنے والی پہلی ہندستانی خاتون بنیں اور جب انھوں نے کانسے کا تمغہ جیتا تو انھوں نے دو پیرا اولمپک میڈل جیتنے والی پہلی ہندستانی خاتون بننے کا خطاب حاصل کیا۔

جیولین پھینکنے والے سمیت انتل نے اپنے زمرے میں تین بار طلائی تمغہ جیتنے کے دوران عالمی ریکارڈ توڑ دیا جبکہ دیویندر جھجاریا اور مارپین تھنگا ویلو نے اپنے پیرا اولمپک تمغوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ ٹوکیو میں ہندستان کے سپر ہیرو بننے والے نوجوان ایتھلیٹ نیرج چوپڑا نے تاریخ رقم کرتے ہوئے سب سے بڑی کامیابی دلائی، ۲۳ سالہ نیرج چوپڑا نے گولڈ میڈل اپنے نام کیا۔ نیرج نے فائنل میں اپنا پہلا تھرو ۸۷٫۰۳ میٹر اور دوسرا ۸۷٫۵۸ میٹر کا پھینکا۔ نیرج کے دوسرے تھرو نے ہندستان کا اولمپکس میں طلائی تمغہ یقینی بنا دیا۔ اولمپک کی تاریخ میں ٹریک اینڈ فیلڈ میں گولڈ میڈل پر قبضہ کرنے والے نیرج پہلے ہندستانی کھلاڑی بنے۔ سال ۲۰۱۶ء کے ریو اولمپکس میں چاندی کا تمغہ جیتنے والی سندھو نے اس بار کانسے کا تمغہ جیتا اور سشیل کمار کے بعد لگاتار دو اولمپک میں تمغہ جیتنے والی وہ دوسری کھلاڑی بن گئیں۔ کدامبی سری کانت نے بی ڈبلیو ایف ورلڈ چمپئن شپ میں تاریخ رقم کرتے ہوئے ہندستان کے لیے پہلی بار چاندی کا تمغہ جیتا۔ فائنل کے راستے میں صرف دو گیم گنوا کر کدامبی سری کانت نے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پابلو ایبئن، لی شی فینگ، لوگوانگ سو، مارک کالجو اور ہم وطن لکشیا سین کو شکست دی۔ انھوں نے فائنل میں فارم میں چل رہے سنگاپور کے لوہ کین یو کو شکست دی۔ نوجوان لکشیا سین سیمی فائنل میں سری کانت سے ہار گئے لیکن ان کے حصے میں بھی کانسے کا تمغہ آیا۔ ہندستانی مردوں کی ہاکی ٹیم نے ٹوکیو میں کانسے کا تمغہ جیت کر ۴۱ سال کی خشک سالی کا خاتمہ کیا۔ ہندستان نے کانسے کے تمغے کے مقابلے میں جرمنی کو ۴-۵ سے شکست دی۔ ہندستان نے اس سے قبل ۱۹۸۰ء کے ماسکو اولمپک میں طلائی تمغہ جیتا تھا۔ ہندستانی ٹیم نے سال کے آخر میں پاکستان کو ۳-۴ سے ہرا کر ایشین چمپئن ٹرافی میں کانسے کا تمغہ جیتا۔ □□

ارجن تندولکر ممبئی رنجی ٹیم میں جگہ بنانے میں کامیاب رہے

سابق ہندوستانی بلے باز سچن تندولکر کے بیٹے ارجن تندولکر نے پہلی بار ممبئی کی رنجی ٹیم میں جگہ بنائی ہے جبکہ ہندوستانی بلے باز پرتھوی شا کو پہلے دو میچوں کے لیے ممبئی ٹیم کا کپتان مقرر کیا گیا ہے۔ ۴۱ بار کی رنجی چمپئن ممبئی نو ٹیموں کے ایلیٹ گروپ سی میں ہے اور وہ اپنا پہلا میچ ۱۳ر جنوری کو مہاراشٹر کے خلاف کھیلے گی۔ اس کے بعد کولکاتہ میں وہ ۲۰ر جنوری کو دہلی کے خلاف دوسرا میچ کھیلے گی۔ ارجن تندولکر، نوجوان اوپنر یشسوی جیسوال، مڈل آرڈر بلے باز سرفراز خان، سابق ہندوستانی کرکٹر وسیم جعفر کے بھتیجے ارمان جعفر اور ڈریو گومل بھی اس ۲۰ رکنی اسکواڈ کا حصہ ہیں۔ ہندوستان کے لیے ایک ون ڈے اور ۱۳ ٹی-۲۰ کھیلنے والے شیوم دوبے کو بھی سلیکٹرز نے منتخب کیا ہے۔ ان کے ساتھ غلام پارکر، سنیل مورے، پرساد دیسائی اور آنند یالوگی آل راؤنڈر کے کردار میں ہوں گے۔

طب و صحت: سردی، نزلہ زکام اور کورونا میں فرق کیسے کریں؟

کورونا وائرس کی وبا کا سایہ تاحال برقرار ہے۔ ایسے میں سردی نے بھی دستک دے دی ہے۔ دوسری طرف کووڈ-۱۹ کی ملاقات وقفہ وقفہ سے بدل رہی ہیں۔ نزلہ زکام ہونے پر بھی خوف ذہن میں رہتا ہے۔ ایسے میں نزلہ زکام اور کورونا میں مبتلا مریض میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور عوامی نزلہ و زکام سے متاثر مریض کو بھی لوگ مشکوک نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ لہٰذا آیئے جانتے ہیں کہ اپنی سطح پر ان دونوں میں فرق کیسے کیا جاسکتا ہے۔

ایک سے چودہ دنوں میں علامات کو سمجھیں: عمومی زکام، فلو کو بڑھنے میں ایک سے تین دن لگتے ہیں۔ اس دوران آپ کو زکام اور نزلہ زیادہ ہونے لگتا ہے۔ اس کی علامات جلد ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس کے بالمقابل کووڈ-۱۹ کی علامات ایک سے چودہ دنوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ اگر مسلسل کھانسی کی شکایت رہتی ہے، تقریباً ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ کھانسی کا دورانیہ ہے تو یہ کورونا کی علامت ہے۔ یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب پھیپھڑوں میں رکاوٹ پیدا کرنے والی پرانی بیماری (Chronic Obstructive Pulmonary Diisease) ہوتی ہے۔ تاخیر صورتحال کو مزید خراب کرسکتی ہے اس لیے فوراً ٹیسٹ کروائیں تاہم عوام باشعور ہیں اور زیادہ انتظار نہیں کرتے، پہلے ہی ٹیسٹ کروانے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قے، اسہال، سر درد بھی کورونا کی علامات ہیں۔

سونگھنے اور چکھنے کی صلاحیت: نزلہ، زکام، فلو اور سردی میں یہ بہت کم ہوتا ہے کہ آپ کو مسلسل ذائقہ نہ ملے۔ ناک بند ہونے پر اکثر بو نہیں آتی ہے۔ بعض اوقات موسم کی تبدیلی کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے لیکن یہ کورونا کی علامات سے میل کھاتا ہے، لہٰذا اگر آپ کو سونگھنے کے ساتھ ساتھ ذائقہ بھی نہ مل رہا ہو تو ٹیسٹ کروالیں۔ کورونا کی علامات میں گلے کی خراش، گلے میں درد، سانس لینے میں دشواری اور جسم میں درد بھی شامل ہے۔

چار دن تک علاج کریں: سردی، نزلہ، زکام، کھانسی، بخار اور جسم میں درد عام فلو کی علامات بھی ہیں۔ اس صورت میں آپ چار دن تک دوا لیں، گھر والوں اور متعلقین سے زیادہ گھلنے ملنے سے بچیں۔ اگر چار دن بعد بھی آرام نہ آئے تو ڈاکٹر سے براہِ راست رابطہ کرکے صحیح وقت پر علاج کروائیں۔ □□

ادبیات

حضورؐ عرشِ بریں پر بلائے جاتے ہیں

ظفر جنک پوری

کلیمِ طور پہ مہماں بنائے جاتے ہیں
حضورؐ عرشِ بریں پر بلائے جاتے ہیں
تصورات کے پردے اُٹھائے جاتے ہیں
نبیؐ کے جلوے نظر میں سمائے جاتے ہیں
قدم قدم پہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں
قریبِ گنبدِ خضرا جو آئے جاتے ہیں
وہ لوگ جن کو نبیؐ سے ہے نسبتِ محکم
قدم قدم پہ وہی آزمائے جاتے ہیں
ہم اپنی چشمِ جواہر فشاں سے رہ رہ کر
حریم خلد بریں کو سجائے جاتے ہیں
خدائے پاک کے محبوب، سرورِ عالم
خدا کی راہ میں پیہم ستائے جاتے ہیں
خدا نے جن کو عطا کی ہے سرفرازیٔ عشق
زمیں سے اوجِ فلک پر بلائے جاتے ہیں
نہ پوچھ ان کے مقدر کی رفعتوں کو ظفرؔ
جو خوش نصیب، مدینے بلائے جاتے ہیں

سچ بولتا ہوں دوستو! جھوٹوں کے دور میں

قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوریؒ

وہ ظلم کون سا ہے، جو مجھ پر ہوا نہیں
لیکن خدا کا شکر، مرا سر جھکا نہیں
جبر وستم نہیں ہے کہ جور و جفا نہیں
اس دورِ نامراد کی قسمت میں کیا نہیں
خنجر بدست پھرتے ہیں قاتل ہزار ہا
دار و رسن کا آج کہاں سلسلہ نہیں
میں سر جھکاؤں، ان کی رعونت کے سامنے
یہ خبط ان کے ذہن سے اب تک گیا نہیں
کیوں چاہتے ہیں مجھ سے وہ آخر کہ ہاں کہوں
سو بار جب کے میں نے انھیں کہہ دیا نہیں
وہ اور ہوں گے جن کو سہاروں کی ہے تلاش
میرا بجز خدا کے کوئی آسرا نہیں
دو چار دن کی دیر ہے دو چار دن کی رات
کیا حال اُن کا ہوگا، انھیں یہ پتہ نہیں
سچ بولتا ہوں دوستو! جھوٹوں کے دور میں
اس کے سوا تو کوئی بھی میری خطا نہیں
جاہ و جلال و رعب سے طاقت کے زعم سے
حافظؔ قسم خدا کی، کبھی میں دبا نہیں

افواہوں سے کان کا رشتہ ہوتا ہے

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

سانسوں ہی سے جان کا رشتہ ہوتا ہے
دل میں بسے ارمان کا رشتہ ہوتا ہے
پتھر میں بھی چاہت کے گل کھلتے ہیں
دھیان سے گویا گیان کا رشتہ ہوتا ہے
سوچوں سے تعبیریں رنگ بدلتی ہیں
خوابوں سے انسان کا رشتہ ہوتا ہے
ہمعصرو! چمکیلے یگ برباد نہ ہوں
کالے سمے سے مان کا رشتہ ہوتا ہے
کشتِ فلک بھی ہوجاتی ہے رنگیں جب
دل کے لہو سے دھان کا رشتہ ہوتا ہے
شک میں نہ پڑنا جل جائے گا ہرا بھرا گھر
افواہوں سے کان کا رشتہ ہوتا ہے
دیمک بن کر کھا جاتا ہے دل کو حنیفؔ
یوں فکری سرطان کا رشتہ ہوتا ہے

اِک بوجھ آسماں پر ہے اِک زمیں پر

اعجاز عسکری

بے جاں پڑے ہو کب سے پرانی زمین پر
اُٹھو کہ اب تو لگ گئے نقطے بھی 'شین' پر
جب زور کوئی چلتا نہیں مہ جبین پر
غصہ اُتارتے ہیں وہ آکے مشین پر
ہے عرش پہ خدا تو ہوں فرش زمیں پہ میں
اِک بوجھ آسماں پر ہے اِک زمین پر
بھاری ہوا ہے سایۂ دیوار راہ بھی
دروازے سارے بند تھے کل جس مکین پر
لپکے ہے مثلِ رخش اسی کی طرف کو دل
اب میرا کوئی زور نہیں اس کمین پر

اگر خواہش ہو عزت کی کسی کو خوار مت کرنا

محمد راشد رحیمی بڈیڈوی

اگر خواہش ہو عزت کی کسی کو خوار مت کرنا
طلب جنت کی ہو ماں باپ کو بےزار مت کرنا
نفع کی بات ہے تحفہ سمجھ کر رکھ لو سینے میں
اگر بننا ہے کچھ استاذ کا دل زار مت کرنا
رہیں حالات کیسے بھی بنے یا بات کیسی بھی
کبھی آپس میں نفرت کی کھڑی دیوار مت کرنا
پہاڑ آفت کے ٹوٹیں یا مصیبت کی گھٹا چھائیں
کسی دشمن کے آگے اپنا سر خم دار مت کرنا
جہاں رہتے ہوں ناقدرے بسے ہوں جس جگہ ناداں
بس اپنے علم و حکمت کو وہاں بیکار مت کرنا
کھرے کھوٹے کی رکھنا ہر گھڑی پہچان نظروں میں
شریعت کے کسی فرمان سے انکار مت کرنا
ہمیشہ باوفا رہنا، ہمیشہ باصفا رہنا
بچھانا پھول راہوں میں اے راشدؔ خار مت کرنا

بقیہ — ھری کے دوار پر.....

گھر واپسی ہونی چاہیے تو وہ اپنے اس دعوے و اعلانیہ نظریے کی تردید و تکذیب کر جاتے ہیں کہ بھارت کے سارے باشندے ہندو ہیں۔ ہندو جب دھرم نہیں، سنسکرتی ہے تو تبدیلی مذہب اور دھرم چھوڑنے کا سوال پوری طرح بے معنی اور لایعنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ بذاتِ خود وزیر اعظم نریندر مودی نے کیمرہ کے سامنے کہا کہ ہندو کوئی دھرم نہیں، سنسکرتی ہے۔

مذکورہ قسم کی تضاد باتوں کے پیش نظر ضروری ہوجاتا ہے کہ ہندوتو اور ہندوتو وادیوں کے فکر و عمل کو موضوعِ بحث بنایا جائے اور اس کے مضر پہلوؤں اور مکروہ چہرے کو سامنے لایا جائے۔ کچھ صدی پہلے مرہٹہ انارکی اور پیشوائی غلبے پر علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے اپنی فارسی کتاب 'خزانۂ عامرہ' میں تبصرہ کیا تھا کہ ''گداچوں بادشاہ گردد گدا ساز جہانے را۔ جب فقیر بادشاہ بن جائے تو سارے جہان کو کنگال بنا کر رہتا ہے۔ غالباً ہم ہندستانی اسی دور سے گزر رہے ہیں، ویسے بھی ہری کے دوار پر ابلیس کی مجلس شوریٰ سے خیر کے ظہور کی توقع محض خوش فہمی ہی ہوسکتی ہے۔ ◻◻

بقیہ — اسلام میں انسانی حقوق.....

کرتا۔ (کنزالعمال)

شاگردوں کا استاذ پر حق

شاگردوں پر استاذ کے حق کو ہر ایک جانتا ہے کہ شاگرد پر استاذ کی اطاعت، ادب اور خدمت لازم ہے اور شاگرد کے حق کے بارے میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرق کی طرف سے لوگ تمہارے پاس علم سیکھنے کے لئے آئیں گے تو ان کے بارے میں تم مجھ سے خیر کی وصیت لے لو۔ یعنی تمھیں بھلائی اور خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔ ابوہارون کہتے ہیں چنانچہ جب ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تو فرماتے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو خوش آمدید۔ گویا ایک تو آپ ؐ کی پیشین گوئی پوری ہوگی دوسرا وہ بار بار احساس دلاتے کہ میں آپؐ کی وصیت پر عمل پیرا ہوں۔ (ترمذی)

عوام کا حکمرانوں پر حق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں: اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ مسلمانوں کے بڑوں کا احترام کرے۔ چھوٹوں پر شفقت کرے۔ علماء کی تعظیم کرے۔ کسی کو تکلیف دے کر ذلیل نہ کرے۔ ڈرا ڈرا کر کافر نہ کرے۔ خصی کرکے نسل کشی نہ کرے۔ اپنا دروازہ ان کے لیے بند نہ کرے، یہاں تک کہ کمزوروں پر طاقتور ظلم کرنے لگ جائیں۔ (سنن کبریٰ للبیہقی)

اختصار کے پیش نظر یہاں بہ طور نمونہ صرف چند ہی حقوق پر اکتفا کیا گیا، ورنہ معاشرتی حقوق کی تفصیل میں علمائے کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ علم کا ذوق اور عمل کا شوق کا رکھنے والے حضرات ان سے مستفید ہوسکتے ہیں۔ ◻◻

بقیہ : —— گاھے گاھے باز خواں...

عرصہ تک 'قومی آواز' یہ خدمت انجام بھی دیتا رہا مگر یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ جب سے ''مسلمانوں کے درمیان اکیلا کافر'' کا پرفریب نعرہ لگا کر موجودہ مدیر محترم ''قومی آواز'' پر قابض ہیں اس کی سابقہ پالیسیاں یکسر تبدیل ہوچکی ہیں۔ اب 'قومی آواز' کی پالیسی کو اگر اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے پرانی اور منفی خبروں کے ذریعہ مسلمانوں کے تاریک پہلو کو اُجاگر کیا جائے۔ مسلم شخصیات اور تنظیموں میں کیڑے نکالے جائیں اور مسلمانوں کے اختلافی مسائل اُبھار کر ان میں تشکیک کا رجحان پیدا کیا جائے۔ معاصر موصوف کے دورِ ادارت میں 'قومی آواز' یہ خدمت بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے جس کا پورا کریڈٹ مدیر محترم کو ہی جانا چاہیے۔ 'قومی آواز' کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اس اخبار کو مدیر محترم نے کس طرح ایک کشمیر نامہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ کوئی قومی و ملکی خبر خواہ کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو مدیر محترم کی نظر میں کشمیر کی خبر کے سامنے وہ محض ایک ضمنی خبر بن کر رہ جاتی ہے، جس سے اخبار کا وقار اور اس کی عوامی مقبولیت بری طرح متاثر ہورہی ہے جس کا اخبار کی انتظامیہ بالخصوص مسز سونیا گاندھی کو خاص نوٹس لینا چاہیے۔ ہمارے خیال میں مدیر محترم کی صحت بھی اب اس لائق نہیں رہ گئی ہے کہ وہ ''قومی آواز'' جیسے مؤقر اخبار کی ادارت کا بوجھ برداشت کرسکیں۔ وہ اکثر و بیشتر ہذیان یا پھر سہو کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ابھی گذشتہ ماہ ۹ر فروری کے ''قومی آواز'' میں انھوں نے ''ایران مسلمانوں کا جذباتی ایشو نہیں ہے'' کے عنوان سے ایک اداریہ سپردِ قلم کیا تھا جس میں انھوں نے ایک انگریزی اخبار میں شائع ایک دوسری مسلم تنظیم کے بیان کو بنیاد بنا کر جمعیۃ علماء ہند کو اپنا نشانہ بنا ڈالا تھا اور جب کچھ لوگوں کی طرف سے انھیں اس ہذیان پر توجہ دلائی گئی تو اس کے لیے انھیں کافی خفت اُٹھانی پڑی تھی مگر ان کی جرأت کی داد دینی ہوگی کہ معاصر موصوف نے تادم تحریر اپنے سہو نما ہذیان کے لیے اپنے اخبار میں کوئی اظہارِ معذرت تک نہیں کیا ہے جو ان کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے۔

بہرحال یہ سوچنا تو ''قومی آواز'' کی انتظامیہ کا کام ہے کہ وہ ایسے بے خبر ایڈیٹر کے خلاف کیا قدم اُٹھاتی ہے اور کس طرح اس کی ہذیانی کیفیت کا علاج کرتی ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ ''قومی آواز'' کو اس کی بنیادی پالیسی کے تحت لایا جائے اور اسے واقعی قوم کی آواز بنایا جائے۔ مرحوم حیات اللہ انصاری اور جناب عشرت علی صدیقی نے ''قومی آواز'' کو بنانے سنوارنے اور اسے گھر گھر تک پہنچانے کے لیے جو پالیسی اختیار کی تھی اسے دوبارہ زندہ کیا جائے۔ ہم نے اپنی اس ناچیز تحریر کا عنوان بھی مدیر محترم کے عنوان سے ہی مستعار لیا ہے اور ہم اپنی یہ تحریر بھی ''قومی آواز'' (۳ر مارچ) کے ادارتی سرورق پر تحریر سنتوش کمار سکسینہ موجؔ کے اس شعر پر ختم کر رہے ہیں:

کبھی سوچا ہے آئینِ وفا کو توڑنے والے
جو دُنیا کا یہ ہی دستور ہوجائے تو کیا ہوگا

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

فیشن پرستی اور ہمارا معاشرہ

تحریر: مفتی محمد طفیل قادری القاسمی
(صدر جمعیۃ علماء دیانہ آوٹر مالیگاؤں)

بناؤ سنگھار اور آرائش و زیبائش عورت کا فطری حق ہے۔ اسلام عورتوں کو اس سے روکتا نہیں بلکہ پسند کرتا ہے کہ وہ رنگین کپڑے پہنیں، زیور استعمال کریں، مہندی، خوشبو اور سرمہ لگائیں اور صاف ستھری رہیں۔ البتہ وہ یہ ہدایت ضرور کرتا ہے کہ اس میں اسراف نہ ہو فخر و غرور نہ ہو اور یہ ساری آرائش و زیبائش، بناؤ سنگھار صرف اس کے لئے ہو جس کو خاتون خانہ نے اپنی خوشی سے اپنا شریک زندگی منتخب کیا ہے۔ بہت سی عورتیں ہیں جو اپنے حسن و جمال اور خوبصورتی کی نمائش کرنے کے لئے بن سنور کر گھر کے باہر نکلتی ہیں اور اپنے کے علاوہ اغیار کے لئے بھی لذت قلب و نظر کا سامان کرتی ہے۔ ایسی عورتیں جو اپنے حسن و جمال کو سر بازار ننگا کرکے باعث کشش بنتی ہیں گویا وہ شیطان کا جال ہیں جو انسانوں کو شیطنت میں مبتلا کرکے بے پردہ ہوکر سڑکوں پر آوارہ گردی کرتی ہیں۔

عورتوں کا بن ٹھن کر باہر نکلنا، دمکتے چہروں اور موزوں جسموں کی نمائش کرنا زرق برق لباس اور چم چم کرتے زیوروں میں دلنواز اداؤں کے ساتھ پھرنا، اپنی چال ڈھال اور ناز و انداز سے لوگوں کے لئے جاذب نظر بننا، وہ بدترین برائیاں ہیں جن میں جاہلی تہذیب سے بہت آگے ہے۔ حالانکہ اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی ذہنیت کو اس طرح کی فیشن پرستی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس دور کا ایک بڑا فتنہ عریاں لباس بھی ہے۔ اور یہ وبا جنگل کی آگ کی طرح برابر پھیلتی جارہی ہے اور غضب یہ ہے کہ اچھے خاصے معقول گھرانے بھی بری طرح اس وبا کا شکار ہوتے نظر آرہے ہیں۔ عورتیں ہیں کہ انتہائی چست، باریک اور مختصر لباس پہن کر ننگی ہونے کے لئے بیتاب ہیں۔ اور مرد ہیں کہ ان کے جذبات کی آگ بجھنے کی بجائے ان کی طرف سے 'کچھ اور' کا تقاضا بڑھتا ہی جارہا ہے۔ قربان جایئے صادق و مصدق پر کہ جن کی تمام پیشین گوئیاں آج حرف بہ حرف ثابت ہورہی ہے معاشرے کو بگاڑنے اور اس میں فساد پیدا کرنے میں عریانیت و فحاشیت نے سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔

نیم عریاں اور جاذب نظر تصاویر سے دکانوں اور مکانوں کو سجانا ہمارے فیشن کا اہم ترین حصہ بن چکا ہے بنت حوا کا نیم عریاں لباسوں میں ملبوس ہوکر نت نئے فیشن کی مکمل تصویر بن کر رقص و سرور اور بے حیائی و بے شرمی میں انتہا کو پہنچی ہوئی اس دور میں فلمی ہیروئنوں کے مشابہ بننے بلکہ ان سے دو قدم آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے ابن آدم کو دعوت نظارۂ حسن و ادا دینا مغرب زدہ گھرانوں کی فطرت بنتی جارہی ہے۔ کسی محفل میں شرکت کرنی ہو تو آرائش و زیبائش میں ہی قیمتی وقت کو ضائع کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ خواتین اسلام بغرض اصلاح اگر غور کریں اور اپنا اسوہ و نمونہ ان خواتین کو بنائیں جنہوں نے جہانِ نسواں کے لئے اعلی کردار پیش کیا ہے تو یہ معاشرہ آج بھی سدھر سکتا ہے۔ محافل شباب کی پریوں کو اتنا وقت کہاں میسر؟ یوں بھی یہ راستہ انہیں بہت دشوار گذار معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرنگی تہذیب کی اس قدر دلدادہ ہیں کہ دوسری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی طبیعت نہیں ہوتی۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من تشبہ بقوم فھوا منھم، مگر وہ تو فیشن کے رنگارنگ کھیلوں میں اس قدر مدہوش ہیں کہ انہیں اپنی شرافت و نسوانیت کا بالکل خیال نہیں بلکہ اب تو عریانیت و فحاشی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہیں۔ علم طبیعات کے ماہر مسٹر ہڈسن کا قول ہے کہ ہماری تہذیب کی بربادیاں عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کی وجہ سے ہیں۔ بلکہ یہاں کے مردوں اور عورتوں کی نگاہیں صرف جنسی خواہشات پر لگے ہونے کی وجہ سے تعمیری صلاحیتیں برباد ہوکر رہ گئی ہیں اور یہی ان کی بربادی کے اسباب ہیں۔ آج ہم مغربی دنیا میں کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں سماجی ڈھانچہ بکھر چکا ہے۔ نسب نامعلوم ہیں یعنی ناجائز بچوں کی بہتات ہے۔ طرح طرح کی جنسی اور اعصابی ونفسیاتی بیماریاں عام ہیں اور اطمینان و سکون غارت ہو چکا ہے۔ افسوس ہے کہ جس تہذیب اور متمدن قوم نے اپنی تمدنی ترقی اور تعمیری ایجادات سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا، آج اس قوم کے معمار اپنی بیش بہا تعمیری قوتوں اور صلاحیتوں کے اس میدان میں ضائع کرکے اپنی زوال کی منزلیں طے کر رہے ہیں اور غضب یہ ہے کہ اب یہ وبا پوری فراخ دلی کے ساتھ ہمارے ملکوں میں درآمد کی جارہی ہے اور نوجوان اپنے شباب کی انقلاب آفرین قوتیں اس میں بری طرح ضائع کرکے ذرا نہیں شرماتے اور نہ ہمارے بڑے ہی اس کے احساس سے بے چین نظر آتے ہیں:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا ◻◻

بقیہ — سول سروسیز کی تیاری کیجیے

ہوں گے۔ پہلے سیکشن میں پچاس جبکہ دوسرے سیکشن میں چالیس سوالات ہوں گے۔ پرچہ آبجیکٹیو سوالات پر مبنی ہوگا جبکہ غلط جواب دینے پر سوال پر تفویض کردہ مارکس کے ایک تہائی مارکس ۳۳ نفی کیے جائیں گے۔

وقت: پرچہ دو گھنٹے (صبح گیارہ تا ایک بجے) پر مشتمل ہوگا۔ **میڈیم** پرچہ ہندی اور انگلش میڈیم میں دیا جاسکتا ہے۔

کوالیفائنگ سیکشن: پرچے کا دوسرا سیکشن سی ایس اے ٹی کوالیفائنگ سیکشن ہوگا جس میں ۳۳ فیصد مارکس یعنی ۱۰۰ میں سے ۳۳ مارکس حاصل کرنا لازمی ہے۔

امتحان میں شرکت کی شرائط:
امیدوار کا ریاست مہاراشٹر کا ریاستی ہونا لازمی ہے۔ تعلیمی اہلیت کسی بھی فیکلٹی سے گریجویشن کامیاب ہو۔

عمر کی معیاد: (یکم اگست ۲۰۲۱ء) اوپن کیٹگری امیدوار کی عمر ۲۱ سے ۳۲ سال کے درمیان، او بی سی، ایس بی سی، وی جے، این ٹی امیدوار کی عمر ۲۱ سے ۳۵ سال کے درمیان اور ایس سی، ایس ٹی امیدوار کی عمر ۲۱ سے ۳۷ سال کے درمیان ہونا چاہیے

اہلیتی ٹیسٹ کی فیس: عام زمرے (اوپن کیٹگری) کے امیدواروں کے لیے پانچ سو روپے جبکہ دیگر تمام امیدواروں کے لیے دو سو پچاس روپے اہلیتی ٹیسٹ کی فیس ہے جسے رجسٹریشن کے وقت آن لائن طریقے سے بھرنا ہوگا۔

داخلوں سے متعلق اہم ہدایات:
(۱) امیدوار کو چھ میں سے کسی ایک مرکز کا انتخاب فارم بھرتے وقت کرنا ہوگا۔ ایک بار انتخاب کے بعد اس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔
(۲) ان اداروں میں اس سے قبل داخلہ حاصل کیے ہوئے امیدواروں کو درخواست فارم بھرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔
(۳) درخواست فارم صرف آن لائن ہی بھرنا ہے فارم یا کسی بھی قسم کی دستاویزات کسی بھی مرکز یا دفتر میں نہ بھیجیں۔ (۴) داخلے کے وقت گریجویشن کی مارکس شیٹ، ڈگری، ذات کے داخلے، ٹرانسفر سرٹیفکیٹ، مہاراشٹر کا رہائشی ثبوت، نان کریمی لیئر (۳۱ر مارچ ۲۰۲۲ء) تک قابل قبول۔

اہلیتی ٹیسٹ کے فارم بھرنے کے لیے درج ذیل لنک سے استفادہ کریں:
ممبئی: www.siac.org.in
ناگپور: www.preiasnagpur.in
اورنگ آباد: www.preiasaurangabad.a.c.in
کولہاپور: www.pitchkolhapour.org
ناسک: www.iasnashik.org
امراوتی: www.gpiasamt.org

فارم بھرنے سے قبل www.siac.org.in پر دیئے گئے نوٹیفکیشن کا باریک بینی سے مطالعہ کریں۔ ٹیسٹ کے دونوں پرچوں کی تیاری کے لیے کئی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں، ان کا گہرائی سے مطالعہ کریں۔ مشقی ٹیسٹ، اصل امتحان کی نوعیت کو سمجھنے میں کارآمد ہوگا۔ اس میں ضرور شریک ہوں گے۔ اپنے شہر اور اطراف میں جانکار لوگوں سے ملاقات کرکے پڑھائی اور طریقۂ کار کی مزید معلومات حاصل کریں۔ ◻◻

بقیہ : —— تجزیہ

پاکستان کا مستقبل کا وزیر اعظم کہہ کر مخاطب کیا اور ۳ر مارچ ۱۹۷۲ء کے دن ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کے اجلاس کے انعقاد کا اعلان کردیا تھا، لیکن بھٹو نے دھمکی دے ڈالی کہ اگر نومنتخب اراکین پارلیمنٹ ڈھاکہ گئے تو وہ ان کی ٹانگیں تڑوادیں گے۔ بھٹو نے 'اِدھر تم اُدھر ہم' کی انوکھی تجویز بھی پیش کی تاکہ الیکشن ہارنے کے باوجود انھیں اقتدار میں برابر کا حصہ مل جائے۔ نتائج کے اعلان کے بعد کئی ہفتوں تک چلے مذاکرات میں ایک موقع پر دو وزیر اعظم کا شوشہ بھی چھوڑا گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ جمہوری طریقے سے واضح اکثریت حاصل کرنے والی پارٹی کے سربراہ شیخ مجیب کو اقتدار میں آنے سے روکنے کے لیے تمام غیر جمہوری ہتھکنڈے اپنائے گئے۔ بھٹو کی جارحیت، فوجی آمریت اور مغربی پاکستان کی اشرافیہ کے نسلی تعصّبات کی وجہ سے مجیب کو اقتدار سے محروم رکھ کر جمہوریت کا جنازہ نکالا گیا۔ یحییٰ خان نے منتخب اکثریت جماعت کو اس کا حق دے کر مسئلے کا سیاسی حل نکالنے کی بجائے ۲۵ر اور ۲۶ر مارچ کی درمیانی رات میں مشرقی پاکستان میں فوج کشی کا حکم دے دیا۔ آرڈر ملتے ہی جنرل ٹکا خان نے بنگالیوں کی نسل کشی شروع کردی، اس کے بعد بنگالیوں نے بغاوت کا اعلان کردیا۔ ظلم دونوں جانب سے ہوا۔ اگر فوج بنگالیوں کو تہہ تیغ کر رہی تھی تو مکتی واہنی کے قاتل ٹولے اُردو بولنے والے پاکستانی شہریوں کے خون سے ہولی کھیل رہے تھے۔ نو ماہ تک چلی فوجی کارروائی میں دونوں جانب لاکھوں جانیں تلف ہوگئیں اور ہزاروں لوگ بے گھر ہوگئے۔ ایک کروڑ لوگ جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے رفیوجی بن کر ہندستان میں پناہ گزیں ہوگئے۔ ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء کی سہ پہر میں ڈھاکہ کے ریس کورس گراؤنڈ میں پاکستانی جنرل اے اے کے نیازی نے ہندستانی جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ اور مکتی واہنی کے عہدے داروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ۹۳ ہزار پاکستانی فوجی جنگی قیدی بنا کر بھارت لائے گئے۔ اس واقعہ کو پچھلے ماہ پچاس سال ہوگئے۔ پاکستان میں ہر سال اس موقع پر یہ بحث شروع ہوجاتی ہے کہ پاکستان کے ٹوٹنے کے کیا اسباب تھے۔ میری ذاتی رائے میں اگر بانیانِ پاکستان نے ہندستان کی سیاسی قیادت کی طرح جمہوریت کو خلوص نیتی سے اپنالیا ہوتا تو شاید پاکستان نہیں ٹوٹتا۔

نفرت انگیز تقاریر کے خلاف جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے سپریم کورٹ میں عرضی داخل

عرضی گزار صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود اسعد مدنی نے کہا کہ سرکار کی مجرمانہ خاموشی سے آج ملک میں ایسے تکلیف دہ حالات پیدا ہو گئے۔ اس ملک کے وقار، سالمیت اور مسلم اقلیت کے جان و مال کے تحفظ کے لیے متحدہ جدوجہد کی ضرورت

نئی دہلی ۳۱/دسمبر ۲۰۲۱ء: دھرم سنسد اور دوسرے ذرائع سے ملک میں نفرت پھیلانے والوں اور بھیڑ بنا کر حملہ کرنے والوں کے خلاف سرکار اور انتظامیہ کی مجرمانہ خاموشی کے مدنظر جمعیۃ علماء ہند نے جمعہ کو سپریم کورٹ سے رجوع کیا ہے۔ اس سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے دائر کردہ اپنی عرضی میں سپریم کورٹ سے تین اہم مطالبات کیے ہیں۔ (۱) عرضی میں تحسین پونہ والا کیس ۲۰۱۸ء سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ درخواست کی گئی ہے کہ عدالت عظمیٰ، حکومت سے ہیٹ اسپیچ کے سلسلے میں اب تک کی گئی کارروائیوں پر رپورٹ طلب کرے بالخصوص پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ کی ذات اقدس کو نشانہ بنانے والوں کے خلاف کیا کارروائی کی گئی؟ (۲) ملک میں ہیٹ کرائم کی شکایات کو مرتب کرنے کے لیے ایک آزاد کمیٹی تشکیل دی جائے۔ (۳) ہیٹ کرائم کے خلاف قانونی کارروائی اور انکوائری، کورٹ کی نگرانی میں کرائی جائے۔

عرضی میں سرکار اور انتظامیہ کے متعصّبانہ رویے اور مسلمانوں کی عزت نفس کی پامالی کو اجاگر کیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف توہین آمیز ریمارکس کے مختلف حوالے دیے گئے ہیں، اس کے علاوہ ۲۰۱۸ء سے اب تک ان لوگوں کی فہرست داخل کی گئی ہے جو مسلمانوں کے خلاف تشدد اور قتل کی اپیل کر رہے ہیں۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے کسی کے خلاف فوجداری قانون کے تحت کارروائی نہیں کی گئی۔ اس سلسلے میں بالخصوص ڈاسنا دیوی مندر کے پجاری یتی نرسنگھا نند سرسوتی اور اگست ۲۰۲۱ء میں جنتر منتر پر اشتعال انگیز نعرے، گروگرام میں جمعہ کی نماز کے خلاف مہم، تریپورہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف توہین آمیز مظاہرے، سورج پال امو اور سنتوش تھمیہ کی تقاریر بطور حوالہ پیش کی گئی ہیں۔

عرضی میں ریاستی سرکاروں کے متعصّبانہ رویے پر بھی متوجہ کیا گیا ہے، اس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ حال میں یتی نرسنگھا نند کی نفرت آمیز تقریر کے خلاف مظاہرہ کرنے والے سولوگوں کو یوپی پولس نے گرفتار کیا ہے، مگر یتی نرسنگھا نند کے خلاف کارروائی نہیں کی گئی، اتراکھنڈ میں دھرم سنسد میں مسلمانوں کی نسل کشی کی اپیل کی گئی، مگر اس پر آج تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ پولس انتظامیہ اقلیتوں کے خلاف نفرت پھیلانے والوں سے یاری کرتی ہے اور اپنے آئینی عہدوں کی پامالی کرتے ہوئے غیر حکومتی طاقتوں سے سامنے گھٹنے ٹیک رہی ہے۔

مندرجہ بالا حقائق یہ صاف بیان کرتے ہیں کہ اشتعال انگیز و توہین آمیز تقاریر کے ذریعے، ایک مذہبی طبقہ پر حملہ کیا جانا ایک عام رویہ بن گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے مذہبی رسومات ترک کرنے پر مجبور ہوں۔ مسلمانوں کے خلاف ان توہین آمیز تبصروں کے نتیجے میں تشدد کے واقعات بھی ہوئے ہیں اور یہاں تک کہ کئی لوگوں کی جانیں بھی گئیں، اور ان کی عزت نفس کو رسوا کیا گیا۔ اس لیے یہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے کہ ان کا احتساب کیا جائے اور عدالتی مداخلت کے ذریعہ حالات کا تدارک کیا جائے۔

جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے وکیل ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد اور ایڈوکیٹ نیاز احمد فاروقی سکریٹری جمعیۃ علماء ہند نے تحسین پونا والا بمقابلہ یونین آف انڈیا مقدمہ میں سپریم کورٹ کے فیصلے کا حوالہ دیا ہے، جہاں سپریم کورٹ نے ہجوم کے جرائم اور لنچنگ سے نمٹنے کے لیے وسیع ہدایات جاری کی تھیں۔ عرضی میں للیتا کماری کیس کے فیصلے کا بھی حوالہ دیا گیا ہے، جس میں کہا گیا تھا کہ جب کوئی جرم ظاہر ہو تو پولیس کا فرض ہے کہ وہ ایف آئی آر درج کرے۔

صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود اسعد مدنی نے اپنی دائرہ کردہ عرضی کے سلسلے میں کہا کہ سرکار کی مجرمانہ خاموشی سے آج ملک میں ایسے تکلیف دہ حالات پیدا ہو گئے۔ اس ملک کے وقار، سالمیت اور مسلم اقلیت کے جان و مال کے تحفظ کے لیے متحدہ جدوجہد کی ضرورت ہے، انھوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ صبر واستحکام کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں۔

شاہی امام مولانا محمد عثمان لدھیانوی مجلس احرار اسلام ہند کے قومی صدر منتخب

فتنہ قادیانی سازشوں کے خلاف آواز بلند کرتے رہیں گے: صدر احرار

لدھیانہ، ۲۸/دسمبر: آج یہاں مجلس احرار اسلام ہند کے قومی صدر دفتر میں احرار کے کارگزار صدر جناب غلام حسن قیصر کی صدارت میں مجلس عاملہ کی اہم میٹنگ ہوئی، جس میں اتفاق رائے سے قائد نوجوان پنجاب کے شاہی امام مولانا محمد عثمان لدھیانوی صاحب کو مجلس احرار اسلام ہند کا قومی صدر چن لیا گیا۔ قابل ذکر ہے کہ گزشتہ ۱۰/ستمبر کو امیر احرار شیر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانویؒ کا انتقال ہو گیا تھا، جس کے بعد سے اس عہدہ پر جناب قیصر کارگزار صدر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ مجلس احرار اسلام ہند کا قیام ۱۹۲۹ء میں مشہور مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اول، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل الحق مرحوم، شیخ حسام الدین، مرحوم جیسے عظیم الشان مجاہد علماء نے لاہور میں کیا تھا، احرار نے اپنے یوم قیام سے لیکر آج تک صف اول میں عقیدہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک چلائی ہے اور اسلام دشمن طاقتوں کو بھی بار ہا ناکو چنے چبوائے ہیں، ملک کی جنگ آزادی میں بھی مجلس احرار اسلام ہند کی عظیم الشان قربانیاں ہیں جن میں سول نافرمانی کی تحریک، انگریز فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک، وہ معروف کارنامے ہیں جن سے انگریز خوفزدہ ہو گیا تھا، احرار کے بانی و اول صدر رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اول مرحوم نے اپنی خداداد جرائت مندانہ صلاحیتوں کے ساتھ منکرین ختم نبوت کے گڑھ قادیان میں عقیدہ ختم نبوتؐ کا پرچم لہرا دیا تھا، نیز رئیس الاحرار نے جنگ آزادی کے دوران انگریزوں کی جانب سے چلائی گئی ہندو پانی، مسلمان پانی کی تفریق کو بھی ختم کر کے یہ بات واضع کر دی تھی کہ احرار دشمن کی ہر سازش کو ناکام بنانے کا فن رکھتے ہیں، آج لدھیانہ کی تاریخی جامع مسجد کے احاطہ میں واقع مجلس احرار اسلام ہند کے قومی صدر دفتر میں اپنی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے قائد احرار مولانا محمد عثمان لدھیانوی نے کہا کہ انشاء اللہ میں اپنے اکابرین اور احرار بانیان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عقیدہ ختم نبوتؐ کا تحفظ کرتے ہوئے قادیانیت کی شرانگیزیوں سے بے نقاب کرتا رہوں گا، انہوں نے کہا کہ احرار کی تاریخ گواہ ہے کہ احرار نہ کبھی اللہ کے علاوہ کسی سے ڈری ہے اور نہ جھکی ہے، احرار اپنی روایتوں پر انشاء اللہ قائم رہے گی، مولانا محمد عثمان لدھیانوی نے کہا کہ مرحوم شیر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانویؒ نے جس بے باکی اور جرائت کے ساتھ ہمیشہ وقت کے حکمرانوں کے خلاف آواز اٹھائی اس روایت کو مزید آگے بڑھایا جائے گا۔

حکومت سوریہ نمسکار کے مجوزہ پروگرام سے باز آئے

مسلمان طلبہ وطالبات ایسے پروگراموں میں شرکت نہ کریں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا بیان

نئی دہلی: ۳/جنوری ۲۰۲۲ء: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ بھارت ایک سیکولر، کثیر مذہبی اور کثیر ثقافتی ملک ہے، اسی اصول پر ہمارے ملک کا دستور مرتب ہوا ہے، اسکولوں کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی اس کا لحاظ رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے، دستور ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں کسی خاص مذہب کی تعلیم دی جائے، یا کسی خاص گروہ کے عقیدہ پر مبنی تقریبات منعقد کی جائیں، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ موجودہ حکومت اس اصول سے ہٹتی جا رہی ہے، اور وہ ملک کے تمام طبقات پر اکثریتی فرقہ کی سوچ اور روایت کو مسلط کرنے کی کوشش کر رہی ہے، اسی کا ایک مظہر یہ ہے کہ حکومت ہند کے انڈر سکریٹری وزارت تعلیم نے ۷۵/ویں یوم آزادی سالگرہ کے موقع پر ۳۰/ریاستوں میں سوریہ نمسکار کا ایک پروجیکٹ چلانے کا فیصلہ کیا ہے، جس میں ۳۰/ہزار اسکولوں کو پہلے مرحلہ میں شامل کیا جائے گا، یکم جنوری ۲۰۲۲ء سے ۷/جنوری ۲۰۲۲ء تک کے لئے یہ پروگرام ترتیب دیا گیا ہے، اور ۲۶/جنوری ۲۰۲۲ء کو سوریہ نمسکار پر ایک میوزیکل پرفارمینس کا بھی منصوبہ ہے، ریاست آندھرا پردیش کے تمام ضلع تعلیمی افسران کو مرکزی حکومت کی طرف سے اس کی ہدایت دی گئی ہے، یہ یقینی طور پر غیر دستوری عمل ہے، اور حب الوطنی کا جھوٹا پرچار ہے، سوریہ نمسکار سورج کی پوجا کی ایک شکل ہے، اسلام اور ملک کی مختلف اقلیتیں نہ سورج کو معبود سمجھتی ہیں اور نہ اس کی پرستش کو درست جانتی ہیں؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قسم کی ہدایت کو واپس لے اور ملک کے سیکولر اقدار کا لحاظ رکھے، ہاں، اگر چاہے تو حب الوطنی کے جذبہ کو ابھارنے کے لئے قومی ترانہ پڑھوائے، اگر واقعی حکومت وطن عزیز سے محبت کا حق ادا کرنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ ملک کے حقیقی مسائل پر توجہ دے، ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری، گرانی، کرنسی کی قدر میں گراوٹ، باہمی منافرت کا باضابطہ پرچار، ملک کی سرحدوں کی حفاظت میں کوتاہی، حکومت کی طرف سے عوامی اثاثوں کی مسلسل فروخت، یہ وہ حقیقی مسائل ہیں، جن پر حکومت کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، مولانا رحمانی نے کہا کہ مسلمان بچوں کے لئے سوریہ نمسکار جیسے پروگرام میں شرکت قطعاً جائز نہیں ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

سلام کیجئے اور دل جیتئے

مکرمی! ہر معاشرے میں یہ رواج ہے کہ جب لوگ ملاقات کرتے ہیں تو پہلے کسی عمل یا الفاظ سے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ اس کے بعد دیگر گفتگو شروع کرتے ہیں۔ اسلام نے ہمیں ایک دوسرے کو 'السلام علیکم' کہنے کا حکم دیا ہے جس سے ایک طرف طرز معاشرت کا رکن ادا ہوتا ہے تو دوسری طرف بالواسطہ یہ ایک دوسرے کے لیے رب تعالیٰ کے حضور سلامتی کی دعا بھی بن جاتی ہے۔ السلام علیکم کے الفاظ پر غور کریں کہ یہ کس قدر مختصر اور جامع ترین کلمہ ہے یعنی آپ پر سلامتی ہو۔ اس کا وسیع مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمھیں ہر طرح کی سلامتی اور عافیت سے نوازے اور تمہاری جان، مال، گھر بار، اہل وعیال اور متعلقین سے لے کر دین و دنیا کی تمام خیر اور بھلائیاں تمہارے لیے لکھ دے۔ اگر دیکھا جائے تو سلام کے دیگر مختلف طریقوں میں بھی سلامتی اور نیک خواہشات کا پیغام پنہاں ہوتا ہے، لیکن اسلام نے ہمیں ملاقات کا ادب سکھاتے ہوئے یہ مقرر کلمات عطا فرمائے ہیں جس سے مسلمانوں کے تشخص کا اظہار بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک دوسرے کے لیے دل میں محبت بھی بڑھتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اسلام کا بہترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غریبوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہے اس سے شناسائی ہو یا نہ ہو۔ یہی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے اور تم مومن تب تک نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ میں تمھیں وہ تدبیر کیوں نہ بتادوں جسے اختیار کر کے تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، وہ یہ کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہم اپنے اردگرد کا جائزہ لیں تو بہت کم لوگ ایسے دِکھائی دیتے ہیں جو ہر خاص و عام کو سلام کرتے ہوں۔ ہم نے غیر محسوس طریقے سے سلام کو صرف اپنے احباب سے ادا کی جانے والی ایک رسم سمجھ لیا ہے۔ شرعی تعلیمات کی رو سے یہ نہایت غلط بلکہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ یہی نہیں، ہمارے ہاں سلام ایک مرتبے کی علامت بھی بن گیا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ اپنے سے چھوٹے رتبے یا چھوٹی عمر والے کو سلام کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ہمیں لگتا ہے کہ اگر ہم نے سلام کر لیا تو اس سے ہماری بڑائی گھٹ جائے گی۔ اس لیے ہماری عزت و وقار اور شان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نہیں بلکہ ہمارے سامنے والا ہی ہمیں سلام کرے۔ یہ نہایت غلط عادت ہے۔ کچھ نام نہاد عالی مرتبت تو اس قدر بلندی پر فائز ہو جاتے ہیں کہ وہ یہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ سلام کا جواب دیں اس لیے سر راہ بھی مل جائیں تو یوں نگاہیں پتھرائے اور چہرے پھرائے گزر جاتے ہیں کہ کہیں انھیں سلام کر لے تو ان سنا کر کے یہ تاثر دیں گے کہ انھوں نے تو سنا ہی نہیں جبکہ یہ دینی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ دین تو ہمیں بلاتفریق ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب اور کسی بھی مرتبے اور عہدے کے بغیر سلام پھیلانے کا حکم دیتا ہے۔ ہمیں تو تاکید کی گئی ہے کہ چھوٹے بچوں کو بھی سلام کیا جائے تاکہ ان کے اندر سلام کرنے کی عادت پختہ ہو۔ ہمارے ہاں بڑے عہدوں پر متمکن کچھ افراد کا وطیرہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماتحت یا دیگر عام افراد سے زبانی علیک سلیک تو کر لیتے ہیں لیکن مصافحہ کرنا عار سمجھتے ہیں۔ ہمیں اپنی اس عادت کی بھی اصلاح کرنا چاہیے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکمل سلام یہ ہے کہ مصافحہ کے لیے ہاتھ بھی ملائے جائیں۔ جناب حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مومن ملتے ہیں اور سلام کے بعد مصافحہ کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے سوکھے پتے۔

سلام کے حوالے سے ہم یہ سوچتے ہیں کہ بس دن میں ایک دفعہ سلام کر لینا کافی ہے یا کہیں سفر سے ہو آئے تو پھر دوبارہ سلام کر لیا۔ یہ سوچ بھی درست نہیں ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کے درمیان سلام کی کثرت کا یہ حال تھا کہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور پھر سامنے آتے اور سلام کرتے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہمیں دن میں جتنی بار بھی موقع ملے آپس میں اس بے مثال دعا کا تبادلہ کرتے رہنا چاہیے اور سلام کرنے میں پہل کرنا چاہیے۔

ہمیشہ بآواز بلند سلام کریں تاکہ جسے سلام کر رہے ہیں وہ سن لے۔ اپنے بڑوں کو سلام کرنے کا اہتمام کریں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ چھوٹا شخص بڑے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے افراد زیادہ لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔ سواری پر چلنے والے پیدل چلنے والوں کو اور پیدل چلنے والے بیٹھے ہوئے لوگوں کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔ ان دنوں ایک اور عادت غیر محسوس طریقے سے ہمارے درمیان بڑھتی جا رہی ہے کہ ہم سلام کرنے کے بجائے ن'اور بھئی کیا حال ہے؟ کیسے ہیں؟'' جیسے الفاظ بولنے لگے ہیں۔ اس کے بعد عام گفتگو شروع ہو جاتی ہے، بالخصوص بہت سے کاروباری دفتر میں، احباب یا بے تکلف دوستوں کے درمیان السلام علیکم کی جگہ ان کلمات نے لے لی ہے، لہٰذا اس سے ہمیں بچنا چاہیے اور خود کی اصلاح کرنی چاہی اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنا چاہی کہ وہ گفتگو کا آغاز سلام کے بعد کیا کریں۔ یقیناً یہ امر ان کے عمل صالحہ میں اضافے کا باعث ہوگا اور رب تعالیٰ کے حکم سے اس کی رحمتیں اور برکتیں ہماری زندگی میں شامل ہو جائیں گی۔

قیصر محمود عراقی

کریگ اسٹریٹ، کمرہٹی، کولکاتہ-۵۸

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Publishing Date: **31 December 2021** Posting Days **MON. TUE.** at **N.D.P.S.O.** New Delhi
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
R.N.I. 38985/82

الجمعیة کیلنڈر 2022/۱۴۴۳-۴۴ھ

1 January جنوری — جمادی الاوّل - جمادی الثانی ۱۴۴۳ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
30 ۲۶	31 ۲۷	13 لوہری	14 مکرسکرانتی	26 یومِ جمہوریہ		1 جمادی الاوّل ۲۷
2 ۲۸	3 ۲۹	4 چاندرات ۳۰	5 جمادی الثانی ۱	6 ۲	7 ۳	8 ۴
9 ۵	10 ۶	11 ۷	12 ۸	13 ۹	14 ۱۰	15 ۱۱
16 ۱۲	17 ۱۳	18 ۱۴	19 ۱۵	20 ۱۶	21 ۱۷	22 ۱۸
23 ۱۹	24 ۲۰	25 ۲۱	26 ۲۲	27 ۲۳	28 ۲۴	29 ۲۵

2 February فروری — جمادی الثانی - رجب المرجّب ۱۴۴۳ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
		1 جمادی الثانی ۲۸	2 ۲۹	3 ۱ چاندرات	4 ۲ رجب المرجب	5 ۳
6 ۴	7 ۵	8 ۶	9 ۷	10 ۸	11 ۹	12 ۱۰
13 ۱۱	14 ۱۲	15 ۱۳	16 ۱۴	17 ۱۵	18 ۱۶	19 ۱۷
20 ۱۸	21 ۱۹	22 ۲۰	23 ۲۱	24 ۲۲	25 ۲۳	26 ۲۴
27 ۲۵	28 ۲۶					5 بسنت پنچمی

3 March مارچ — رجب المرجّب - شعبان المعظم ۱۴۴۳ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
17 ہولی	18 دلہنڈی	1 رجب المرجب ۲۷	2 ۲۸	3 ۲۹	4 ۳۰ چاندرات	5 ۱ شعبان
6 ۲	7 ۳	8 ۴	9 ۵	10 ۶	11 ۷	12 ۸
13 ۹	14 ۱۰	15 ۱۱	16 ۱۲	17 ۱۳	18 ۱۴	19 ۱۵
20 ۱۶	21 ۱۷	22 ۱۸	23 ۱۹	24 ۲۰	25 ۲۱	26 ۲۲
27 ۲۳	28 ۲۴	29 ۲۵	30 ۲۶	31 ۲۷		18 شب برأت

4 April اپریل — شعبان المعظم - رمضان المبارک ۱۴۴۳ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
10 رام نومی	14 بیساکھی	14 امبیڈکر جینتی	14 مہاویر جینتی	15 گڈ فرائی ڈے	1 ۲۸ شعبان	2 ۲۹ چاندرات
3 ۱ رمضان	4 ۲	5 ۳	6 ۴	7 ۵	8 ۶	9 ۷
10 ۸	11 ۹	12 ۱۰	13 ۱۱	14 ۱۲	15 ۱۳	16 ۱۴
17 ۱۵	18 ۱۶	19 ۱۷	20 ۱۸	21 ۱۹	22 ۲۰	23 ۲۱
24 ۲۲	25 ۲۳	26 ۲۴	27 ۲۵	28 ۲۶	29 ۲۷ جمعۃ الوداع	30 ۲۸

5 May مئی — رمضان المبارک - شوّال المکرّم ۱۴۴۳ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
1 رمضان المبارک ۲۹	2 ۳۰ چاندرات	3 ۱ شوال المکرم	4 ۲	5 ۳	6 ۴	7 ۵
8 ۶	9 ۷	10 ۸	11 ۹	12 ۱۰	13 ۱۱	14 ۱۲
15 ۱۳	16 ۱۴	17 ۱۵	18 ۱۶	19 ۱۷	20 ۱۸	21 ۱۹
22 ۲۰	23 ۲۱	24 ۲۲	25 ۲۳	26 ۲۴	27 ۲۵	28 ۲۶
29 ۲۷	30 ۲۸	31 ۲۹ چاندرات			3 عیدالفطر	16 بدھ پورنیما

6 June جون — ذی قعدہ ۱۴۴۳ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
			1 ۱ ذی قعدہ	2 ۲	3 ۳	4 ۴
5 ۵	6 ۶	7 ۷	8 ۸	9 ۹	10 ۱۰	11 ۱۱
12 ۱۲	13 ۱۳	14 ۱۴	15 ۱۵	16 ۱۶	17 ۱۷	18 ۱۸
19 ۱۹	20 ۲۰	21 ۲۱	22 ۲۲	23 ۲۳	24 ۲۴	25 ۲۵
26 ۲۶	27 ۲۷	28 ۲۸	29 ۲۹	30 ۳۰ چاندرات		

7 July جولائی — ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ - محرّم الحرام ۱۴۴۴ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
31 ۱ محرم الحرام	10 عیدالاضحیٰ				1 ۱ ذی الحجہ	2 ۲
3 ۳	4 ۴	5 ۵	6 ۶	7 ۷	8 ۸	9 ۹
10 ۱۰	11 ۱۱	12 ۱۲	13 ۱۳	14 ۱۴	15 ۱۵	16 ۱۶
17 ۱۷	18 ۱۸	19 ۱۹	20 ۲۰	21 ۲۱	22 ۲۲	23 ۲۳
24 ۲۴	25 ۲۵	26 ۲۶	27 ۲۷	28 ۲۸	29 ۲۹	30 ۳۰ چاندرات

8 August اگست — محرّم الحرام - صفر المظفّر ۱۴۴۴ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
9 یومِ عاشورہ	1 ۲ محرم الحرام	2 ۳	3 ۴	4 ۵	5 ۶	6 ۷
7 ۸	8 ۹	9 ۱۰	10 ۱۱	11 ۱۲	12 ۱۳	13 ۱۴
14 ۱۵	15 ۱۶	16 ۱۷	17 ۱۸	18 ۱۹	19 ۲۰	20 ۲۱
21 ۲۲	22 ۲۳	23 ۲۴	24 ۲۵	25 ۲۶	26 ۲۷	27 ۲۸
28 ۲۹ چاندرات	29 ۱ صفر المظفر	30 ۲	31 ۳	11 رکشابندھن	15 یومِ آزادی	19 جنم اشٹمی

9 September ستمبر — صفر المظفّر - ربیع الاوّل ۱۴۴۴ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
				1 ۴ صفر المظفر	2 ۵	3 ۶
4 ۷	5 ۸	6 ۹	7 ۱۰	8 ۱۱	9 ۱۲	10 ۱۳
11 ۱۴	12 ۱۵	13 ۱۶	14 ۱۷	15 ۱۸	16 ۱۹	17 ۲۰
18 ۲۱	19 ۲۲	20 ۲۳	21 ۲۴	22 ۲۵	23 ۲۶	24 ۲۷
25 ۲۸	26 ۲۹	27 ۳۰ چاندرات	28 ۱ ربیع الاوّل	29 ۲	30 ۳	

10 October اکتوبر — ربیع الاوّل - ربیع الآخر ۱۴۴۴ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
30 ۴	31 ۵	2 گاندھی جینتی	5 دسہرہ	24 دیوالی	27 بھیادوج	1 ۴ ربیع الاوّل
2 ۵	3 ۶	4 ۷	5 ۸	6 ۹	7 ۱۰	8 ۱۱
9 ۱۲	10 ۱۳	11 ۱۴	12 ۱۵	13 ۱۶	14 ۱۷	15 ۱۸
16 ۱۹	17 ۲۰	18 ۲۱	19 ۲۲	20 ۲۳	21 ۲۴	22 ۲۵
23 ۲۶	24 ۲۷	25 ۲۸	26 ۲۹ چاندرات	27 ۱ ربیع الآخر	28 ۲	29 ۳

11 November نومبر — ربیع الآخر - جمادی الاوّل ۱۴۴۴ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
		1 ۶ ربیع الآخر	2 ۷	3 ۸	4 ۹	5 ۱۰
6 ۱۱	7 ۱۲	8 ۱۳	9 ۱۴	10 ۱۵	11 ۱۶	12 ۱۷
13 ۱۸	14 ۱۹	15 ۲۰	16 ۲۱	17 ۲۲	18 ۲۳	19 ۲۴
20 ۲۵	21 ۲۶	22 ۲۷	23 ۲۸	24 ۲۹ چاندرات	25 ۳۰	26 ۱ جمادی الاولیٰ
27 ۲	28 ۳	29 ۴	30 ۵			8 گرونانک جینتی

12 December دسمبر — جمادی الاوّل - جمادی الآخر ۱۴۴۴ ہجری

SUN اتوار	MON پیر	TUE منگل	WED بدھ	THU جمعرات	FRI جمعہ	SAT ہفتہ
25 کرسمس ڈے				1 ۶ جمادی الاولیٰ	2 ۷	3 ۸
4 ۹	5 ۱۰	6 ۱۱	7 ۱۲	8 ۱۳	9 ۱۴	10 ۱۵
11 ۱۶	12 ۱۷	13 ۱۸	14 ۱۹	15 ۲۰	16 ۲۱	17 ۲۲
18 ۲۳	19 ۲۴	20 ۲۵	21 ۲۶	22 ۲۷	23 ۲۸	24 ۲۹
25 ۳۰ چاندرات	26 ۱ جمادی الثانی	27 ۲	28 ۳	29 ۴	30 ۵	31 ۶

ہفت روزہ الجمعیة، مدنی ہال، 1-بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی 110002

Printed & Published by **SHAKIL AHMAD SYED** on behalf of **Jamiat Trust Society** printed at **Shervani Art Printers**, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor **MOHD. SALIM**, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.